

Krishen Number.

Azadi Number.

OM

August,
1961

As -9-



جھنجھٹ بنا لین دین

میٹرک پاؤں کا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ ایشیائی
بھی میٹرک اکائیوں میں ظاہر کی جاتی ہیں۔ لیکن
لین دین کے حساب کتاب میں اب بھی بڑی دامغ سوزی
کرتی پڑتی ہے۔ آخر کیوں؟
محض اس لئے کہ میٹرک کے طریقے پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اشیاء یا تو
پرانے پاؤں کے حساب سے خریدی جاتی ہیں یا پھر ان کے سادی
اوزان کے حساب سے، مثلاً

ایک پاؤ کے لئے — ۲۳۳ گرام

ایک پونڈ کے لئے — ۴۵۴ گرام

ایسی صورت میں ظاہر ہے، اس اصلاح سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا
جاسکتا۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اب آپ ۲۳۳ گرام کی جگہ ۲ سو یا ۲ سو
گرام اور ۴۵۴ گرام کے بجائے ۴ سو یا ۴ سو گرام چیز خریدیں۔

اس طرح آپ اس اصلاح سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں گے۔ یہی نہیں
عشری سکول کی بدولت لین دین کے حساب کتاب میں بھی آپ کو آسانی
ملے گی۔

اپنی ضروریات کی چیزیں

ممکن میٹرک اکائیوں میں خریدیے



دکاندار کی سہولت ہے

اسی میں آپ کی اور

جاری کردہ بھارت سرکار

ایڈیٹر -
گورکھ ناتھ
نندہ

چندہ سالانہ
سات روپے
7/-

اسلام اور دہلی

آزادی نمبر و کرشن نمبر

قیمت فی پرچہ
56 پیسے

مالک غیرت
نور دپے

فہرست مضامین اگست 1944ء

نمبر شمار	نام مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	سولہ کلاں اوتار (نظم)	امیر الشرا دیوان پنڈی اس جی قمر	۳
۲	دھرم بھادونا	ایڈیٹر	۴
۳	دشال ہر دیہ بنو	ایڈیٹر	۶
۴	سوزِ محبت	شری نوبت رائے جی شتوخ	۷
۵	رام کا پیغام	شری ۱۰۸ پراتہ سمرنیہ سوامی رام تیرتھ ایم اے	۸
۶	اپنا وطن	سنت بڑ سننگھ جی بیر	۹
۷	دیدانت کی تعلیم اور سیاسی ترقی	شری پروفیسر دیس راج جی ایم - اے	۱۰
۸	جدھر دیکھا جمال یاں دیکھا	ماغوذ	۱۴
۹	پریم اور آئندہ	ہامتا ٹالسٹوئی	۱۵
۱۰	حب وطن	شری ڈاکٹر راج بہادر جی درسا	۱۶
۱۱	کیا کروں کیا نہ کروں	چوہدری ہر بنس لال گہل - بی - ٹی	۱۷
۱۲	تعمیر و ترقی	شری امر چند جی تیس	۱۸
۱۳	ہامتا بدھ کا اُپدیش	ماغوذ	۱۹
۱۴	غلط فہمیاں	شری نینڈت خوشدل	۲۰
۱۵	بالو گاندھی	شری ڈاکٹر شانتی سروپ شرما	۲۱
۱۶	دیش تیا ہامتا گاندھی	شری روشن پٹیل لوسی	۲۳
۱۷	ہندو دھرم	پرنس شری لال جی درمن	۲۴

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر دیو پراساد و شری برہمانندی - اے پرنسز دیلش رکھنے لچھو پریس چاؤری بازار
دھلی میں چھپا اور دفتر سالہ "اوم" اندرون اجمیری گیٹ دہلی - ۶ سے شائع ہوا۔

۱۸	آج کا ایک کاہیہ انسان	کوی لوکنا تھ جی دل	۲۹
۱۹	گورو گو بند سنگھ جی	شری گیان چند جی ریمپال	۳۰
۲۰	ریشک جیال	شری بیتاب علی پوری	۳۱
۲۱	حقیقت	شری بیتاب علی پوری	۳۲
۲۲	سکھ بند وہیں	ہما شہ دست دادی جی	۳۵
۲۳	بھارت کے روشن ستارے	لالہ دونت رام جی پوری بی۔ آ۔ بی۔ ڈی۔	۳۹
۲۴	صنیہ سیمالی	ماخوذ	۴۰
۲۵	دویر خزاں کی بات	ڈاکٹر راج بہادر ورما	۴۱
۲۶	ادم کا حلقہ ست سنگ	دیوان پنڈی داس جی چوپڑہ	۴۵
۲۷	حب وطن	ساجن بھارتی	۴۶
۲۸	راخ راج	موریہ پیر لال رائے	۴۶

کرشن منبر

۲۹	مدھراستی	کوی لوکنا تھ دل	۴۸
۳۰	شری کرشن جنم	شری جگن ناتھ جی کھٹہ صفی بی۔ آ۔ بی۔ ڈی۔	۵۰
۳۱	رکھشا بندھن اور جنم اشٹمی	شری فتح چند جی لیم	۵۳
۳۲	دوسرا اُتسوا جنم اشٹمی	۵۴
۳۳	کرشن کی یاد میں	شری رتن چند جی کوشل	۵۶
۳۴	شریکد بھگد گیتا اور بھگوان	شری جگن ناتھ جی کھٹہ صفی بی۔ آ۔ بی۔ ڈی۔	۵۷
۳۵	میراں	ایڈیٹر	۶۲
۳۶	سنگٹ موچن	شری سنت پری سنگھ	۶۴
۳۷	بھگوان کی لائچ رکھنے والا کرشن	شری تارا چند باغی	۶۷
۳۸	رعائتی اعلان	۷۱

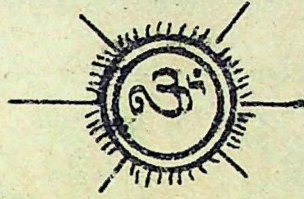
ضروری اعلان: یہ پرچہ آزادی منبر اور کرشن منبر باج ماہ اگست اور ستمبر ۱۹۶۱ء مشترکہ پرچہ ہے۔
 ماہ ستمبر میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ ماہ اکتوبر کا پرچہ دسمبر نمبر ہوگا۔ جو یکم اکتوبر
 ۱۹۶۱ء کو شائع ہوگا۔ "منبر"

سولہ کلاں اوتار کا

— لا مایا لکھن دیوان پنڈید اس جی قمر —

وہ بیان ہے دل میں مگر سولہ کلاں اوتار کا
 اُس کی رحمت کی نگاہیں ہے علاج دردِ دل
 دل کی رگ رگ سے صدا آتی ہے ادھا کرشن کی
 مشعلِ راہِ حقیقت کیا ہی پیارا نام ہے
 آج تک دیوانگی میں مست اور سرشار ہے
 چو متا ہوں ذرہ ذرہ بربد ابن کی خاک کا
 اس لئے چپتا ہوں اُدھے شیاں کالی رات کو
 اس جگہ دُنیا چلی آتی ہے سجدوں کے لئے
 ہم سفر سمجھا سفر والوں نے ادھا کرشن کو
 اُسرا کھتا ہے ہر دم ہر گھڑی ہر حال میں
 بے نوا بے بال ہے پر سولہ کلاں اوتار کا
 ہے یہ چرچا گھر بہ گھر سولہ کلاں اوتار کا
 ایک جہلہ چشم تر سولہ کلاں اوتار کا
 جسم و جاں میں ہے اثر سولہ کلاں اوتار کا
 شیاں سندرشیام بر سولہ کلاں اوتار کا
 بربد ابن کا ہر لکھن سولہ کلاں اوتار کا
 اس زمیں پر تھا گزر سولہ کلاں اوتار کا
 نام ہے نورِ مسک سولہ کلاں اوتار کا
 فیضِ حق گو کل ہے گھر سولہ کلاں اوتار کا
 بے گھروں کا زورِ زور سولہ کلاں اوتار کا
 بے نوا بے بال ہے پر سولہ کلاں اوتار کا

نورِ حق سا کار کی صورت پر بھو پر ماتمن
 اے فتنہ ہے جلوہ گر سولہ کلاں اوتار کا



ادبیات کے بلند ترین خیالات پر چاک

رسالہ "اوم" دہلی

دھرم بھاؤنا اور پورانک گرنتھ

پورانک گرنتھ بڑے رسمیت پورن ہیں۔ اُن کو سمجھنے کیلئے ستوگنی نریل بدھی اور شردھا کا ہونا اتنی ادنیٰ ہے۔ مغربی تعلیم کے کارن ہم اپنے دھرم گرنتھوں سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ہم اُن کو پڑھنا تو درکنار دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ہمیں مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب نے شردھا میں کر کے نفرت غیر مترقبہ (انمول دستو) سے محروم کر دیا ہے۔ جو کہ ہماری بد قسمتی کا سبب ہے۔ پورانک گرنتھوں میں ایسے ایسے انمول ہیرے ہیں جو کسی اور استغناء سے ملنے نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہیں۔ ہمارے پراچین رشیوں نے منش کے سو بھاو (پیر کرتی) کو اچھی طرح انجھو کیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہر ایک منش کی علیحدہ علیحدہ پیر کرتی ہے۔ کوئی منش ستوگنی ہے کوئی رجوگنی اور کوئی توگنی اور ان سب کے لئے الگ الگ اپدیش ہی لا بھدا تک ہو سکتا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح انہوں نے سب کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ بلکہ بھیناک، روچک اور بھقار تھ داکول پیر ایک کی پیر کرتی کے مطابق اپدیش کیا۔ ستوگنی پر کرتی والے نشوں کو نشکام بھگتی دوا راست دستو آتما کا پیتھار اپدیش کیا۔ رجوگنی پر نشوں کو جن کے اندر سنارک داسائیں موجود ہوتی ہیں اُن کو روچک اپدیش کیا کہ سکام پر نشوں سے سو رنگ آدک لوگوں کی پیرائی ہوتی ہے۔ فلاں فلاں دیوتا کی اس طرح اپاسا کرنے سے اس قسم کا پھل ملتے ہے مثلاً بنیان جی کی ارادھنا نہ اندھنا سے منش کے اندر شاریرک بل آتا ہے۔ کشمی کی پوجا سے دھن پدارتھ ملتے ہے سرسوتی کی پوجا سے دیوا ملتی ہے۔ اور داک اندھ میں شکتی آتی ہے۔ بھگوان شیک کی پوجا سے دھرم ارتھ کام آدک مکش یعنی چاروں پدارتھ ملتے ہیں۔ بھگوان کرشن کا دھیان کرنے سے بدھی، تیج اور بل آتا ہے۔ گویا جس طرح کی کامنا ہو اُس پر کرتی والے دیوتا کی ارادھنا کرنی چاہیے۔ جس کی دھن پورانوں میں درج ہے۔ توگنی پر نشوں کیلئے بھیناک داک لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ جن پر نشوں کا سر دیہ ملین ہے اور جن کی پردتی شاستر و دھرم پاپ کرموں میں ہی ہے۔ جو انس اور دراد شراب، کے عادی ہو چکے ہیں۔ اُن کو کا لکا اور میر و جیسے کرور

دیوتاؤں کی ایسا کرنے کی ودھی بتائی گئی ہے۔ تاکہ اُن کا بھی کبھی نہ کبھی اُدھار ہو جاوے۔ ایسے پاپ آتماں پرش جب کسی کو گتھ دینے کے لئے یا اپنی نشہ منو کا منادوں کو پورن کرنے کے لئے کالکا اور بھیر وجیے بھیانک دیوتاؤں کا دھیان کرتے ہیں اور سدھی پر اپت کرنے کیلئے اپنے من اور اندریوں کو دوش میں کر کے شاستر ودھی انوسار پوجا اور پرارتھنا کرتے ہیں۔ تب سرد شکیتمان پر بھو کی الوک شکتی اُن دیوتاؤں کے ذریعے اُن کی سکام بھکتی کو سمجھ کر کے اُن کی منو کا منادوں کو پورن کرتی ہے۔ اس طرح ایسے تو کئی پرشوں کی شردھا اور وشواس میں در پڑھتا ہوتی ہے۔ اودھ بھی ایک نہ ایک دن ایشوری شکتی کا انبھو کرتے ہوئے پاپ کرموں کا تیاگ کرتے ہیں اور تونگن سے ستونگن کی طرف اپنا قدم بڑھاتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنی پر کرتی کو بدل کر صحیح معنوں میں انسان بن جاتے ہیں۔

جب تک ہمارے دلش اور جاتی میں پورا تک گرنھوں کا پرچار رہا تب تک لوگ دھرم مارگ پر چلتے رہے اور یہ دلش سورگ بھومی بنا رہا۔ بھوٹ، فریب، چوری، پراسری گمن، ہنسنا، مانس شراب، بھولی ٹو اہی۔ دوسرے کا دھن چھیننا زرا پرادھ کو سزا۔ برہم ہتیا، گو ہتیا، امانت میں خیانت۔ گویا کوئی بھی پاپ کرم یہاں نظر نہ آتا تھا گو رمنٹ کے انتظام خود بخود ہی ہو جاتے تھے۔ انکم ٹیکس لگانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ سب لوگ راجہ کو اپنی نیک کما کی کا دسواں حصہ خود بخود ادا کرتے ہیں اپنا دھرم سمجھتے تھے جو ایسا نہیں کرتا تھا اس کو ڈر رہتا تھا کہ مورگ سے میں گرا دیا جاؤں گا یا میری شہد گئی نہ ہوگی۔ گویا بھیانک داک یعنی نرک کا بھے اور روچک داک یعنی سورگ کی اچھا۔ ان دونوں بھادناؤں سے سارے دلش میں سکھ اور شانتی تھی۔ ہماری قوم براہمن اور سادھو سیدا نیز ابھیاگت سیدا (پہان فواندی) میں دینا بھر میں مشہور تھی۔ سیدو سے یہاں دودھ کی ندیاں چلتی تھیں۔ لوگ سڑکوں و چوراہوں میں دودھ کے ٹیکے رکھ کر بیٹھ جاتے تھے اور راہگیر ابھیاگتوں کو دودھ پلا کر اُن کو پرسن کر کے پانی کے بھاگی بنے تھے۔ کوئی بھی شخص ابھیاگت کو بھجن کر لے بنا خود بھجن نہ کھاتا تھا۔ براہمن کو بڑا دینے کا رواج ابھی تک چلا آ رہا ہے۔ کیسی ادم بھادنا میں تھیں۔ براہمن کا کام دیدوں کو پڑھنا پڑھانا۔ یگی کرنا اور کرانا ہوتا تھا۔ وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اُن کو اپنے شریک کا کوئی فکر نہ ہوتا تھا۔ وہ دیا کو بیچتے نہیں تھے بلکہ دیا دان دینے میں اپنا آمو بھاگیہ سمجھتے تھے۔ اس طرح دلش کے کونے کونے میں دیا اور دھرم کا پرچار ہوتا تھا۔ راجہ کو... خوچ کی ضرورت ہوتی تو کھشتی اپنا تن من اور دھن ارپن کر کے اپنے دھرم پر پلینا ہو جاتے تھے۔ دلش کو بھی اپنے دھن اور پردا ہتھ سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ جب بھی دلش اور جاتی کو دھن کی ضرورت ہوتی۔ دلش اپنا اکھا کیا یو ا دھن راجہ کے ارپن کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔ شودر کے ہر دیہ میں یہ بھادنا ہوتی تھی کہ میدنے دی جاتیوں کی سیدا کر کے ہی سورگ کو پر اپت کر لے۔ وہ بھی لشکام روپ سے اپنا دھرم سمجھتے ہوئے سب کی سیدا کرتا تھا۔ کسی کے اندر جاتی ابھیمان نہ ہوتا تھا۔ نہ ہی کوئی بڑا تھا نہ ہی چھوٹا جیسے براہمن اپنے آپ کو جاتی کا سیدو خیال کرتا تھا۔ دلش ہی شودر بھی۔ براہمن کے اندر شودر کیلئے مطلقاً کوئی نفرت دگھنا نہ تھی اور نہ ہی شودر کو ہی کبھی یہ خیال آتا تھا کہ میں اپنے کرموں کو چھوڑ کر براہمن کے کرم کرنے شروع کر دوں۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ قدرت کبھی غلطی نہیں کر سکتی۔ جس دن میں اُس نے مجھے جنم دیا ہے میرے لئے اُسی دن کے کرم ہی سورگ یا موکھش کا میت ہو سکتے ہیں۔ گویا گیتا کا گیان ہر ایک فرد بشر کے پردہ میں موجود تھا اور یہ دھرم بھادنا ہر پورا تک گرنھوں کے پھن پانھن سے ہی آتی تھی۔ جب سے ہم نے ان دھرم گرنھوں کا تیاگ کیا ہے

ہماری جاتی ادھوگتی کو پراپت ہو رہی ہے۔ جاتی کے سدھار کیلئے ہماری گورنمنٹ کو کئی طرح کے قانون بنانے پڑتے ہیں لیکن سدھار پھر بھی نہیں جوتا۔ ہمارا یقین ہے کہ جب تک پھر دھرم گرنٹھوں کا پرچار کر کے دھرم پر شردھا اور دشواش نہ کرایا جائے گا۔ سدھار ہونا اسمبھو ہے۔ (ادم شلم) (گورکھ ناتھ مندرہ)

ویشال ہردہ بنو

अयं निजा परोवेति गणनः लघू चेतसाम् ।
उदार चित्तानांस्तु वसुदैव कुटुम्बकम् ॥

جن کا ہردہ ویشال نہیں۔ جو اگنی نیش ہیں۔ وہی میرا تیرا اپنا بیگانہ یعنی محدودیت میں پھنسے رہتے ہیں۔ لیکن جو اوار چیت (ویشال ہردہ) ہیں۔ وہ تو تمام سرشتی کو ہی اپنا گنجدہ (دروار) سمجھتے ہیں۔ اور سب کے ہت کیلئے ہی کرم کرتے ہیں۔ ہمارے بھارت کا یہی آدرش رہا ہے۔ اور یہی ہونا چاہیے۔ موجودہ کانگریس حکومت بھی یہی چاہتی ہے کہ یہ بھارت ورث سیکورٹیٹ بنی رہے۔ اس میں ہندو مسلمان سکھ عیسائی پارسی سب موجود رہیں۔ لیکن اپنے آپ کو بھارت تو اس (ہندوستانی) خیال کریں اور آپس میں بھائی بھائی بنے رہیں کسی طرح کا کوئی تفرقہ نہ رہے۔ کھان پان چھوت چھات کا نام نشا مٹایا جا رہا ہے۔ اب براہمن (ستوگنی نیش) اور چنڈال (توگنی نیش) گویا شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں سم درشتی ہونے کا سبق تو آج سے پیشتر تمام رشتی میں دیتے ہی آئے تھے لیکن کانگریس حکومت نے سب کو سم ورتی بھی بنا دیا ہے بھارت نواسیوں میں جو چیز نامکس خیال کی جاتی تھی وہ ممکن کر کے دکھا دی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس پر اعتراض کرتا ہے تو وہ قانونی طور پر جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ لیکن سم ورتی ہونے پر بھی لوگوں کے اندر حسد۔ بغض۔ کینہ۔ نفرت۔ میری قوم۔ میرا مذہب۔ وغیرہ وغیرہ۔ تنگ خیالی کے جراثیم دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ سترض بڑھا گیا جوں جوں ددا کی واجب توبہ تھا کہ لوگوں کو دھارمیت کی تعلیم دیکر ویشال ہردہ بنایا جاتا۔ ہندو سکھ مسلمان عیسائی سب کو دھرم کا بھیج مارگ دکھایا جاتا۔ اور ان کے اندر جو خود غرضی کا بیج دشمنان قوم خود غرض لیڈروں نے بونکھایا ہے۔ اسکو اکھاڑ دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔ متعصب اکالی لیڈر اور متعصب مسلم لیگ اب اپنی نئی راگنی گا رہے ہیں۔ کوئی بچانی صوبہ کی مانگ کر رہا ہے اور کوئی ہندوستان میں ہی نیا پاکستان بنانے کی سوچ رہا ہے۔ گویا ہر ایک چار اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانے میں ہی لگا ہوا ہے۔ بغرض حال اگر کانگریس حکومت ان کے سامنے جھک گئی۔ تو دیش کی آزادی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ اور کوئی باہر کی طاقت یہاں اپنا اڈہ جمائیگی۔ اس لئے ہم بھارت نواسیوں سے ہی پرارتضا کریں گے کہ وہ ویشال ہردہ بنیں۔ ہندو سکھ عیسائی پارسی گویا تمام قومیں اپنے آپ کو ایک ہی پرچار سمجھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار سے رہیں۔ سب تفرقے مٹا دیں۔ خود غرض لیڈروں کے جال میں نہ پھنسیں۔

مندی میں ہم وطن ہیں ہندوستان ہمارا
خود غرض لیڈروں کی چکنی چپڑی باتوں میں اس بھارت نواسیوں کو اپنا اچھے آدرش کو

سب کا آتما گورکھ ناتھ مندرہ (ایڈیٹر)

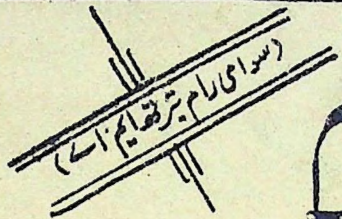
سورِ محبت

سسسسشی لوبت مائے جی شوخ سسسسس

جو اپنی خودی کو مٹاتے رہیں گے جو خود کو اُسی پر مٹاتے رہیں گے
 و فورِ محبت سے خونِ جگر کا جو رنگِ آنسوؤں کو دلاتے رہیں گے
 ہر اک سانس میں گرمی ذکرِ لاکر جو اشکوں کی جھڑپاں لگاتے رہیں گے
 جو اوروں کو بھی ہمنا کر کے اپنا شبِ روز روتے رلاتے رہیں گے
 محبت کا آئینہ خود کو بنا کر صداقت کا جلوہ دکھاتے رہیں گے
 ہر اک دل میں اپنے طریقِ عمل سے لگن اک اُسی کی لگاتے رہیں گے
 اُسی کے تصور میں یکسو ہو کر اُسے اپنے دل میں بُلاتے رہیں گے
 وہ باتیں گے باتیں گے پائینگے اُسکو اُسے پاکے خوشیاں مناتے رہیں گے
 رہِ عشق میں اُن کی خاکِ قدم کا ہم آنکھوں میں سرمہ لگاتے رہیں گے

رہیں گے وہی شوخ محروم مقصد

زبانی جو باتیں بناتے رہیں گے



بھارت کے نام رام کا پیغام

بھائی پیارے! تم بھارت روپ ہو۔ اپنے آپ کو سارا بھارت جانتا۔ کبھی اس سے کم نہ سمجھنا۔ ہمالہ تیرا
ہی سر ہے۔ گنگا اور جہنا تیری ہی لٹا جڑیں ہیں۔ مالابار اور کورومندل تیری ہی ٹانگیں ہیں۔ پنجاب اور مشرق
آسام تیرے ہی بازو ہیں۔ ہندوستان کے تینتیس کروڑ زن و مرد کا دل تیرا ہی شیر دل ہے۔ اُن کی طاقت تیرے
ہی بازو کا زور ہے۔

آبھارت! میں تجھے گلے لگاؤں۔ وہ رام منے۔ وہ سورج چڑھا۔ وہ بھارت جاگا۔ ہندوستان جاگا!
جاگا! جاگا!

جاگ موہن جاگ رے بل گئی

اُٹھو جاگو۔ کھاؤ ماکھن۔ پھیر ڈاروں ری

رات بھاری گئی۔ ساری بھور اب تو بھی۔

چڑی پیچھی ہیں بکلاوت کھیل اُن سے سہی۔

مطلب :- اے پیارے بھارت ورش (موہن۔ کرشن۔ ہند) اب جاگو۔ ادویا (جہل) کی نیند بہت
سوئے۔ میں صدقے بلہارا! اب اُٹھو۔ ہوشیار ہو۔ سنار روپی کائے کا ماکھن کھاؤ۔ یہ شکتی بھرا میٹھا
میٹھا ماکھن (برہم گیان) چکھ لو۔ بڑا زور آجائے گا۔ طاقت بھر جائے گی۔ گودروہن (سنار کی مشکلات)
اُٹھنا بائیں ہاتھ کا کرتب نہیں اُنکلی کا کھیل ہو جائیگا۔

وہ دیکھو! ننھا کرشن (ہند) جاگ پڑا۔ اُد۔ اُد۔ اُد۔ نہیں نہیں ادم۔ ادم۔ ادم :-

اے موہن (بھارت) یہ پیچھی گاگا کرتے جگایا جاتے ہیں۔ کل کی طرح اب بھی تیرے ہاتھوں دانہ چاد
تل وغیرہ کھائیں گے۔ اے محبت بھرے بال گوپال! تیرے ساتھ کھیلنے کو یہ جانور جمع ہو رہے ہیں۔ تیری دل لگی گے
سب سامان تیار ہیں۔ اُٹھ کھڑا ہو۔ چڑیاں چوں چوں کر رہی ہیں۔ کتے کائیں کائیں کرتے ہیں۔ مور پیوں پیوں گوک رہے ہیں
کوئی کسی بیرونی بھڑکے پیچھے پڑا ہے۔ کوئی کسی جہمی سکھ میں اڑا ہے۔ کوئی کسی غاپری سائنس میں الجھا ہے۔ یہ سب
حواس تک پہنچنے والی ساکیاں ہیں۔ بے بھارت! یہ سب مرث تیرے پیار کرنے کے سامان ہیں۔ نیند میں بھی عجیب
پر اب تو خوب سوئے۔ تازہ ہو چکے۔ بچلے کیوں ہو۔ تم بھی گاؤ۔

یہ دیکھو تمہاری بنسری (برہم گیان) کون چرائے گیا؟ نہیں نہیں تمہارے ہی پاس ہے۔

آہا! وہ بھارت نے سورج کی طرح روشن آنکھیں کھولیں۔ لب خنداں پر بانسری دھری اور دل دھرم
سما جانے والا روحانی نغمہ بوا کے پردوں پر سوار ہو چاروں طرف گونجنے لگا۔ کل گول دھماکا دینا میں پھیلنے لگا۔ آسمان
کی خبر لانے لگا۔ جے! جے! جے! ایسے رہنا کے مذہب! ایسے محبت تو!

مذہب عشق از ہمہ دلت خداست + عاشقان از مذہب دلت جداست

لیکھک :- سرت بابا پور سنگھ جی سیر

اپنا وطن



دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا

سارے جہاں سے اچھا ہے دلش یہ ہمارا

خاکِ وطن کیا ہے میرے لئے صنم ہے | اکسیر سے بھی اعلیٰ خاکِ وطن قسم ہے
خاکِ وطن کا ذرہ گوہر سے کچھ نہ کم ہے | جس نے وطن کو پوجا اُس کو رہا نہ غم ہے

دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا

سارے جہاں سے اچھا ہے دلش یہ ہمارا

میرے وطن سے موتی وہ وہ ہو ہیں پیدا | سارا جہاں جن پر ہوتا ہے دل سے شیدا
میرے وطن کا رتبہ دُنیا میں سب سے اعلیٰ | امیرِ وطن ہے بھائیو سارے جہاں سے اچھا

دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا

سارے جہاں سے اچھا ہے دلش یہ ہمارا

اِس دلش ہی سب کو تہذیب سکھائی | سارے جہاں کو حکمت اِس دلش نے پڑھائی
اِس دلش ہی نے سب کو کوئے صنم تائی | اِس دلش ہی نے سب کی اگیاں تائی

دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا

سارے جہاں سے اچھا ہے دلش یہ ہمارا

بھارت کی وہ ہے مٹی پارِ اِس نے نامِ حُر کا | لوہے کو زربنا نا ہے خوب کام جس کا
اِس خاک سے تھا اُپجایا نامِ شامِ حُر کا | اُڑھتے ہیں فخر سے سب سندرِ کلام جس کا

دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا

سارے جہاں سے اچھا ہے دلش یہ ہمارا



سیاسی ترقی اور ویدانت کی تعلیم

(از پروفیسر دیس راج جی - ایم - اے)

یہ غلط ہے کہ ویدانت کی تعلیم ملک کی سیاسی ترقی میں روکاؤ پیدا کرتی ہو

آج کل تہذیب یافتہ لوگ دھرم سے متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ ہر ایک مغرب زدہ آدمی دھرم یا مذہب کو ایک غیر ضروری بدعت خیال کرتا ہے۔ ان کی رائے میں جتنی جلدی دھرم یا مذہب کو تباہی دے دی جائے۔ جتنی نوع انسان ایک بڑے بھاری خطرہ سے بچ جائیں گے۔ اور ملک ترقی کرنے لگے گا۔ اس قسم کے بلکہ اس سے زیادہ ردی خیالات ملک میں سرایت کر رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے انسانی جسم کو چیر بھاڑ کر دیکھا ہے۔ اس کے رگوں ریشہ کی پڑتال کی ہے۔ لیکن آتما ہمیں نہیں نظر نہیں آتی۔ ہمیں ایشور کی شکل نظر نہیں آتی۔ جب جسم کی مرثیہ ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ روح یا آتما ایشور یا پرماٹما سب کے سب مذہبی دیوانوں کے دماغ کی اختراعات ہیں۔ ان کے علاوہ ایک گروہ سیاسی ترقی کے لئے ویدانت کیا۔ بلکہ تمام دھرموں کو نقصان دہ خیال کرتا ہے۔

سائنس اور ویدانت

اس سے یہ خیال نہ کر لیا جائے کہ ہم بھی سائنس کی تعلیم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں سائنس نے جن خیالات کا پرچار کیا ہے۔ یا کرنا شروع کیا ہے۔ وہ دھرم کے درد دھن نہیں بلکہ دھرم کے عین موافق ہیں۔ جن لوگوں نے سر آر تھرا ایڈنگٹن۔ سر آئیور لاج اور سر جیمز جینز اور آئنسٹائن سٹارٹین جیسے سائنس دانوں کے خیالات کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ آپ کو بتائیں گے کہ موجودہ سائنس مادہ کی پجاری نہیں رہی ہے۔ مختصر الفاظ میں اگر بتایا جائے تو یوں خیال کرو کہ مادہ صرف طاقت برقی کا ایک دوسرا روپ ہے۔ اور برقی لہروں کی پیداوار آکاش سے ہے۔ غرضیکہ مادہ سوائے آکاش کے کچھ ہے ہی نہیں۔ سر آر تھرا ایڈنگٹن ایک قدم آگے چلتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جگت کا اصلی روپ سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے اندر جھانکنا ہو گا۔ اور آتما کی روشنی کو دیکھنا ہو گا یہی صرف ایک آتما ہے۔ جو مختلف اشکال میں نمودار ہو رہا ہے۔ اب ناظرین آپ ہی خیال کریں کہ یہ تعلیم ویدانت کی حالی ہے یا نہیں۔ اسی تعلیم کو ہم نے دوسرے نقطہ نگاہ سے لیا۔ پیراچین رشیوں نے پہلے ہی یہ مسئلہ واضح طور پر بتایا کہ جگت کی اصلیت سمجھنے کے لئے ہمیں تلمذ کشندہ کو پہچان لو کہ وہ کون ہے۔ جب آپ مکمل طور پر تلاش کنندہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے

تو آپ کی ساری جستجو ختم ہو جائے گی۔ یہ وہ دیا ہے جس کو اُنشدوں میں سب دیاؤں کی ماں کہا گیا ہے۔
ویدانت اور موجودہ سائنس میں فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ سائنسدانوں نے بیرونی دنیا کے مطالعہ سے
یہ سچائی دریافت کی ہے۔ اور پراچین رشیوں نے اندر سے سچائی کی روشنی دیکھی۔

سیاسی میدان اور ویدانت

جن بزرگ ہستیوں نے بھگوت گیتا کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ دیرارجن نے صرف ویدانت ہی
اُپدیش لیکر بھگوان کرشن کی پورترتلم کو سن کر رن بھومی میں دیرتادکھائی تھی۔ اور وجے پراپت کی تھی۔
ویدانت لوگوں کو شیرنر بناتا ہے۔ بڑی کو کوسوں دور کرتا ہے۔ ویدانت نے تو کرم کرنے کی بار بار تعلیم دی
ہے۔ کرم کے تیاگ کرنے کو پاپ بتایا ہے۔ دیرارجن کرم کے تیاگ کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ تو بھگوان کرشن
نے ویدانت کی تعلیم دی۔ اور بتلایا کہ کرم کے تیاگ سے مراد کرم کے پھل کے تیاگ سے ہے۔ کرم کر دو۔
کرم کرو۔ لیکن پھل کسی کا منانہ کر دو۔ یہ ویدانت کا سنہری اُپدیش ہے۔ اگر اس اُپدیش کو سن کر لوگ
اپنی ماور دھن کی سیوا سے بھگتے ہیں۔ تو بہت تعجب ہے۔ ہاتھ کا ندھی سے زیادہ پوترستی میدان عمل میں
ابھی تک کوئی نہیں آئی۔ لیکن گیتا کا اُپدیش ان کو کتنا عزیز تھا۔ انہوں نے ویدانت کا اصلی تئو بھگوت گیتا
سے حاصل کیا۔ اور اس پوترترتلم کا ترجمہ انہوں نے ہندی میں کیا۔ علاوہ اس کے لوکا نے تلک جو کہ ماتری
بھومی کے پریم میں لنگے ہوئے تھے۔ وہ اس سنہری تعلیم سے فیضیاب تھے۔ چنانچہ بھگوت گیتا پر ان
کے لیکچر اور بھگوت گیتا کا ترجمہ ان کے پریم کو ظاہر کرتا ہے۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیاسی
میدان میں جو ادھج ہستیاں ہوتی ہیں۔ وہ ویدانت کی انوکھی تعلیم سے بہرہ ور تھیں۔

سیاس اور ویدانت

لخص آدمی محض گہرے رنگ سے کپڑے پہن لینے کو سیاسی سمجھ لیتے ہیں۔ اور مرث در بدر
بھیک مانگنے کو سیاسی یا تیاگ خیال کرتے ہیں۔ وہ ویدانت کی تعلیم کے خلاف ایک یہ الزام لگاتے ہیں
کہ ویدانت انسان کو محض سیاسی کی طرف راغب کرتا ہے۔ اور سادھو لوگ کوئی کام نہیں کرتے۔ مرث
سارا دن چرس چھو کنا ہی اتم کرم خیال کرتے ہیں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے۔ وہ راستی پر نہیں ہیں۔ سیاسی
یا تیاگ کسی بڑے ادھج اُپدیش کو لے کر لیا جاتا ہے۔ سچا سیاسی ملک کیلئے بہت مفید ثابت ہوتا
ہے۔ جس شخص کی ضروریات بالکل نفی کے برابر ہو چکی ہوں۔ اور لشکام کرم کے جھاد سے میدان عمل میں
آیا ہو۔ سو سائیٹ کے لئے وہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

۱۹۲۷ء کا ذکر ہے کہ لاہور میں پلنگ کی بیماری کا زور ہو گیا تھا۔ بہت سے آدمی اس مرض سے
لقمہ اجل ہوئے۔ غریب آدمیوں کا تو کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ عین اسی وقت بنگال سے پریم ہنس
سرامی رام کرشن جی کے مہر سے چند سادھو آئے۔ انہوں نے غریبوں کے گھروں میں جا کر مفت دوائی
اور دودھ تقسیم کیا۔ جہاں ڈاکٹر جانے سے گھبراتے تھے۔ ادھر بڑی سے بڑی رتیں بطور فیس لیکر بھی مریض
کے گھر جانے سے انکار کرتے تھے۔ آخر گھبراتے بھی کیوں نہ۔ ان کو اپنے لئے اور اپنی بیوی عزیز تھی
وہ ان کی خاطر اپنی زندگی کو خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ وہاں یہ سادھو بے دھڑک غریبوں

کی تیمارداری کرتے تھے۔ ان کی کوشش سے بہت سے غریب آدمیوں کی جانیں بچ گئیں۔ جب بیمار کا اندر کم ہو گیا۔ تو سادھوؤں کا یہ گروہ کسی مداخلت کے بغیر رخصت ہو گیا۔ انہوں نے اتنا بھی انتظار نہ کیا۔ کہ لوگ ان کا شکریہ تو ادا کریں۔ یہ ہے سچا تیاگ۔ اور سچا سنیاس۔ دیدانت ایسے سنیاس اور تیاگ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہر کس و نا کس کو اس اعلیٰ درجہ کے لائق خیال نہیں کرتا۔ ایسے اتم پرش حقوڑے ہوتے ہیں۔

دیدانت کیا ہے

دیدانت کیا ہے۔ یہ پوتر دھرم آتما۔ جگت اور ایشور کے درمیان جو تعلق ہے۔ اس کو واضح کرتا ہے۔ دیدانت میں ذرا ذرا سے فرق کے ساتھ بہت سے مت پیدا ہو چکے ہیں جن میں سے دو مشہور ہیں۔ سوامی شنکر آچاریہ جی ہمارا جگت کا ادویت داد اور دسرادششتادویت داد ہے۔ ان دونوں میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ لیکن آجکل سوامی شنکر آچاریہ جی ہمارا جگت کے سکول کو زیادہ پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سوامی رام تیرتھ جی اسی مت کے افویالی تھے۔ اس لئے میں مختصر الفاظ میں اس کا ذکر کروں گا۔ دیدانت کا دعویٰ ہے کہ سوائے برہم کے کوئی دوسری ہستی ہے ہی نہیں۔ ہم محض ادویا سے اپنے آپ کو ایشور سے اور ایک دوسرے سے علیحدہ مان کر دکھی ہو رہے ہیں۔ یہی ادویا ہمیں بار بار جہنم اور نرن کے چکر میں ڈال کر پریشان کر رہی ہے۔ اس کے ثبوت میں دیدانت کے افویالی فرماتے ہیں۔ کہ ذرا اپنے آپ کو غور سے دیکھو۔ تو معلوم ہو گا کہ عام طور پر آدمی تین ادستھاؤں سے گذرتا ہے۔ جاگرت۔ سوین۔ شیشتی۔ اس کے علاوہ خاص خاص آدمیوں پر ایک اور ادستھا آتی ہے۔ جس کو تریا کہتے ہیں۔ اگر ہم ان تمام ادستھاؤں کا بخور مشاہدہ کریں تو معلوم ہو گا کہ جاگرت میں ہمیں بیرونی دنیا کا گیان ہوتا ہے۔ بیرونی جگت میں بیشتر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ان تبدیلیوں کے جاننے والے آتما پران کا سمجھنا اثر نہیں ہوتا۔ وہ ایک رس رہتا ہے۔ آتما ان سب کی شاہد ہے۔ اسی طرح سے سُن ادستھا میں اپنے خیالات سے ہم بنا جگت پیدا کر لیتے ہیں۔ اور اس میں جاگرت کی حالت کی طرح دکھی اور سُکھی ہوتے ہیں۔ اور جاگرت کے تجربات سے بالکل مختلف دنیا دیکھتے ہیں۔ سُن ادستھا میں ایک بہت غریب آدمی اپنے آپ کو راجہ دیکھتا ہے۔ گدا شاہ بن جاتا ہے۔ سُن ادستھا میں ہم اس کو ست مانتے ہیں لیکن جانتے پرست خیال کرتے ہیں۔ جاگرت ادستھا کو ہم نے سُن میں کبھی بھی است خیال نہیں کیا۔ کیونکہ اس سُروپ کو ہم بھول گئے ہوتے ہیں۔ لیکن خواب کے تجربات کو جاننے پر ہم یاد کرتے ہیں۔ اور پھر اسے است کہہ کر اس سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں اس سے ایک بات ضرور یاد ہوتی ہے۔ کہ آتما میں دیش کال۔ دستور اور سلسلہ علت و معلول پیدا کر لینے کی شکتی ہے۔ اس شکتی کا مشاہدہ ہم مرت سُن ادستھا میں کرتے ہیں۔ جاگرت میں ہم دیش کال کے بس میں ہوتے ہیں۔ لیکن سوین ادستھا میں ہم دیش کال بنا لیتے ہیں لیکن ایک دفعہ اس نئے سلسلہ کو ربح کر پھر اس کے غلام بن جاتے ہیں اور اپنے ہی جال میں آپ بھنس کر دکھی سُکھی ہوتے ہیں۔ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے سُن ادستھا ہم پیدا کر لیتے ہیں۔ اور پھر ان میں مبتلا ہو کر حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس سے آگے چل کر شیشتی کی

ادستھا کا بنظر غور مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس ادستھا میں ہم سب ادستھاؤں کو جھول جاتے ہیں شاہ و گدا برابر ہو جاتے ہیں۔ اور اس وقت دُینا کے رنج و الم کو طاقِ نسیاں پر رکھ دیتے ہیں لیکن اس حالت میں بھی آتما جیتن اور سا کشتی ہے۔ اس وقت آنند کو محسوس کرتی ہے۔ اسی لیے مجھ کو کی آدمی سو کر اٹھتا ہے تو کہتا ہے۔ کہ آج تو میں بڑے آنند سے سویا۔ اور بالکل بے خبری کی حالت میں تھا۔ گویا اس وقت اس پیجری کا بھی علم ہوتا ہے۔ اسی لئے جاگنے پر اس کی خبر دیتا ہے۔ اس وقت توجہ باہر سے ہٹ کر اندر کی طرف ہوتی ہے۔ اور اپنے اہل سرور کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ آتما ان سب ادستھاؤں کا سا کشتی ہے۔ عام آدمی خیال کرتے ہیں۔ کہ ان تین ادستھاؤں کے علاوہ اور کوئی ادستھا نہیں ہے۔ لیکن رشیوں اور مہیشوں نے ایک اور ادستھا کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو ان کے مشاہدہ میں آئی ہے۔ اور اس کو تریا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس ادستھا میں باقی تمام ادستھاؤں کو آدمی کلیت محسوس کرتا ہے۔ جس طرح سے جاگنے کے ساتھ سچن ادستھا متعین معلوم ہونے لگتی ہے۔ عین اسی طرح باقی ساری ادستھاؤں کے مشاہدات تریا میں ان کو متعین فرسی اور جھوٹ نظر آتے ہیں۔ تریا ادستھا میں جگت اور مادہ۔ دُکھ سکھ۔ پن پاپ۔ نرک اور سورگ سب کے سب متعین معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور کسی شدت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور ہمارے سکھ دُکھ۔ شامی و گدائی سب کے سب ناش ہو جاتے ہیں۔ کیوں ایک آتما ہی رہ جاتا ہے۔ سوائے برہم کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اسی ادستھا کے آدھار پر ویدانت کا دعویٰ ہے۔ کہ سوائے برہم کے سب کچھ است ہے۔ تریا میں آتما کچھ نہیں دیکھتی۔ لیکن اندھی نہیں ہو جاتی۔ اپنی ہستی برہم میں کھودیتی ہے۔ لیکن نسبتِ دناؤ نہیں ہو جاتی۔ اس ادستھا کی پراپتی کے بہت سادھن ہیں۔ لشکام کرم۔ بھگتی۔ یوگ یہ سب کے سب آتما کو اس اوج ادستھا کی طرف لجاتے ہیں۔ جن کو اس ادستھا کی خواہش ہو۔ وہ پہلے دیراگ دوکھ دھیان اور سادھی سے اسے پراپت کر سکتے ہیں۔

جگت اور برہم

یہ جگت اس برہم کا ایک ظہور ہے۔ اکاش۔ دایو۔ سورج۔ تارے۔ پر بھوی وغیرہ سب کے سب اسی ایک ہی ذات کا جلوہ ہے۔ وہی برہم اپنی مایا سے جگت نظر آ رہا ہے۔ اور جیو بن رہا ہے۔ وہی مایا جو کے ساتھ اودیا بنی ہوئی ہے۔ جس طرح سے جو اپنی اودیا سے سچن سرشٹی پیدا کر لیتا ہے۔ عین اسی طرح سے ایشور کی مایا سے جگت کی پیدائش ہو جاتی ہے۔ جگت کی پیدائش مایا اور برہم سے ہے۔ مایا کا سروپ بڑی مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔ مایا میں اور اودیا میں فرق صرف درجے کا ہے۔ جس طرح اودیا ساری سچن سرشٹی پیدا کر لیتی ہیں۔ عین اسی طرح مایا سے ساری سرشٹی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن مایا اور اودیا میں ایک بڑا بھاری فرق ہے۔ مایا ایشور کے آدھین ہے۔ لیکن اودیا جو کے آدھین نہیں ہے۔ اُنٹا جو اس کے چکر میں پھنسا کر مصیبت میں مبتلا ہو رہا ہے ایشور کی چیتن شکتی جیو میں موجود ہے۔ اس کی پورتا جو کو اپنے اہل سرور کی طرف ابھارتی ہے۔ جیو اپنی اودیا سے خلاصی پا کر نردان پراپت کر کے برہم سروپ ہو جاتا ہے۔ مایا کا سروپ ایشور سے اور برہم سے علیحدہ نہیں ہے۔ غرضیکہ ویدانت کی تعلیم کے بموجب صرف ایک ہی ہستی ہے۔ اور وہ ہستی برہم ہے +

جدھر دیکھا جمالِ یار دیکھا

اُسی کل ہر طرف اظہار دیکھا جدھر دیکھا جمالِ یار دیکھا
 ہوئی ظاہر اُسی نگین کی رنگت جو دیکھا ہم نے گلِ باخار دیکھا
 غنی دیکھا کوئی اور کوئی نادا کوئی مفلس کوئی زردار دیکھا
 چھپا کرتا تھا جو گلچہرہ ہم سے وہ ہم نے ہر سر بازار دیکھا
 نظر آیا کہیں وہ ابر گریاں کہیں کوہ برق آتشبار دیکھا
 کہیں آیا نظر وہ عین مطلوب کہیں وہ طالبِ دیدار دیکھا
 کہیں تبسمِ خوالِ سجد میں پایا کہیں پہننے ہوئے ز تار دیکھا
 کہیں دیکھا مئے وحدتِ مست کہیں دانا کہیں مویشیار دیکھا

ہر رنگ مختلف ہر وقت و ہر بار
 وہ گلرو اپنا دکھلاتا ہے دیدار

پریم اور آئندہ

از بہاتا ٹاسٹوئی

(۱) کیا سبب ہے کہ جب پریم کوئی نیک کام کرتے ہیں۔ تو خوشی بجم ہو جاتے ہیں؟ کیونکہ ایسا کام ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہماری سچی "میں" صرف ہماری شخصیت تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ کل زندگی کے اندر موجود ہے۔
 (۲) جب کوئی شخص صرف اپنی خاطر جیتا ہے تو وہ اپنی سچی "میں" کے صرف ایک جزو کے لئے جیتا ہے۔ اور جب کوئی دوسروں کی خاطر جیتا ہے۔ تو وہ اپنی "میں" کا پھیلاؤ محسوس کرتا ہے۔
 (۳) لوگوں کی زندگی اس لئے دکھ بھری بن رہی ہے۔ کہ وہ نہیں جانتے۔ کہ وہ آتما جو ہم سے ہر ایک کے اندر موجود ہے۔ سب کے اندر براجمان ہے۔ اسی جہالت سے ہی دشمنی اور مخالفت پیدا ہو رہی ہے۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ کوئی دو متمند ہے۔ کوئی غریب کوئی مالک ہے کوئی مزدور۔ اسی جہالت سے ہی ہر قسم کی نفرت۔ حسد اور انسانی عقوبت کا ظہور ہوا ہے۔
 (۴) لوگوں کی تمام مصیبتیں خراب فصلوں۔ آتشزدگیوں اور ٹوٹ مار کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ لوگ مخالفت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس مخالفت کا باعث یہ ہے کہ وہ اس پریم کی بانی میں دشواری نہیں رکھتے۔ جو ان سب کے اندر جیتا ہے۔ اور سب کو ملاپ کے لئے بلا رہا ہے +

(۵) انسان کو مرتے سے اس بات کا انوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ وہ اپنی دولت جائیداد اور مکان سے جدا ہو رہا ہے۔ اُسے اس وقت لمحہ ملنے چاہئیں۔ جب وہ اپنی حقیقی بھلائی یعنی بڑے سے بڑے آئندہ کو جو پریم سے ظاہر ہوتا ہے۔ سمجھ بیٹھا ہو۔

پورانی فائل رسالہ "اوم"

فائل	اصل قیمت	رعایتی	فائل	اصل قیمت	رعایتی
نائل ستمبر ۳۴ء تا دسمبر ۳۴ء	۵/-	۱/-	نائل ۵۸ء سر دیانت آنک	۶۱/-	۵۱-۱۰
سال ۵۲ء کی دس تا دسمبر ۵۲ء	۵۱-۱۰	۴/-	۵۹ء سر دھوانک	۶۱-۱	۵۱-۱۰
سال ۵۳ء کی دس تا دسمبر ۵۳ء	۶۱-۱۰	۵/-	۶۰ء سر دیانت مال آنک	۶۱-	۵۱-
سال ۵۴ء کی دس تا دسمبر ۵۴ء	۶۱-۱۰	۵/-	۵۱ء سر دیانت مال آنک	۶۱-	۵۱-

حُبِ وطن

از قلم ڈاکٹر راج بہادر درمار آذربیلوی

کُنجِ قفس میں بھی ہے مجھے فکرِ گلستان
تاریکھِ زندان سے نہیں میں ہوں پریشان
اور دائرہ پر چڑھنے سے نہیں دل میرا لرزان
حُبِ وطن کا جوش رگوں میں ہے موجزن۔

برگشتہ مجھے کہتے ہی لیل و ہزار ہوں
پرفا نہیں جو ابرِ مصائب ہزار ہوں
آگے قدم بڑھائیگا کہ منزل میں خار ہوں
حُبِ وطن کا جوش رگوں میں ہے موجزن

دُنیا کو دکھانا ہے مجھے راہِ صداقت
دُنیا پہ لٹانا ہے مجھے دُرِ حقیقت
منزل سے ہٹا سکتا نہیں شورِ قیامت
حُبِ وطن کا جوش رگوں میں ہے موجزن

مانا ہیں میرے آہ و بکا سے وہ بے خبر
مانا ہیں میرے گریہ و نالہ بھی بے خبر
منزل کو پہنچ لاؤں گا اپنی طرفِ فکر
حُبِ وطن کا جوش رگوں میں ہے موجزن

اے راز میں ہوں راہِ حقیقت کا رہنما
اے راز میں ہوں اپنی تمنا کا آسرا
اے راز جانتا ہوں میں انجامِ ابتدا
حُبِ وطن کا جوش رگوں میں ہے موجزن

”کیا کروں کیا نہ کروں“

(چودھری ہرمنس لال - بی - اے - بی - ٹی)

کیا کروں - کیا نہ کروں - یہ میں نہیں جانتا -
 سنا ہے کہ گیمانی لوگ بھی ایسی اوستھیا میں ہو جاتے ہیں - وہ بھی اسی طرح الجھن میں پڑ جاتے
 ہیں - کیا کریں - کیا نہ کریں +
 سنار ایک کھلا کرم کھینچ رہے - انسان کی شکیتاں محدود ہیں - اُن کا دائرہ بھی
 محدود - سنار میں تو کسی پرکار کی بھی کمی نہیں - البتہ نے اس کی رچنا کچھ ایسے ڈھنگ سے کی ہے
 کہ یہ ہر پہلو سے ہر حال میں مکمل ہے - انسان تو ایک نبت مارتے ہے - جو کچھ پور ہا ہے - اس کے پیچھے
 کوئی پوشیدہ ہاتھ کام کر رہا ہے - اگر انسان نبت مارتے تو نبت اچھا بھی ہو سکتا ہے - ایسا دافع
 ہوا ہے - یہی ایک خیال ہے جو انسان کو حوصلہ دیتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ وہ کچھ خاص کام کرے +
 دن ہوتا ہے - رات ہو جاتی ہے - رات ہوتی ہے - دن ہو جاتا ہے - عمر کی گھڑیاں بیتی جا رہی
 ہیں - میں اُن کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں مگر بے سود - میرا حال ایک مصروف بے کار کا سا ہے - میں
 سوچتا ہوں کہ کیا کروں - کیا نہ کروں +
 مبارک ہیں وہ جو دیش اور جاتی کیلئے بلیڈ ان ہوئے - اُن کے نام اہاس میں سنہری حروف سے
 لکھے گئے ہیں - وہ امر ہیں - سنار کی جان ہیں - شان ہیں - سنار اُن پر بجا ناز کرتا ہے +
 مبارک ہیں وہ جو بنی نوع انسان کی ادبی خدمت کر پائے ہیں - وہ خود اہاس میں اپنا
 مقام رکھتے ہیں - اُن کے نام بھی امر ہیں - وہ روشنی کے مینار ہیں +
 مبارک ہیں وہ بھی جن کا ایمان خدمتِ خلق ہے - اُن سے لئے مان، ایمان - بڑائی - چھٹائی
 امیری اور غریبی یکساں ہوتی ہے - وہ شہرت کے پیچھے نہیں بھاگتے - ایسے ایمان والے لوگ فخر
 انسانیت ہوتے ہیں +
 بھگوان! مجھے شکنتی دے کہ میں اس جہون میں کسی کھینچ میں بھی کوئی تجھ سیداکر سکوں میرے
 من میں کیوں ایمان کام کرنے کا سوال پیدا نہ ہو - میں تو چاہتا ہوں کہ جو شکیتاں مجھے ملی ہیں اُن کا صحیح
 استعمال کر سکوں - دیانتداری سے +
 میں جان جاؤں کہ میں کیا کروں - کیا نہ کروں - میری یہ الجھن دور ہو جائے کہ کیا کروں - کیا نہ کروں +

شری امرنپد قیس

آزادی ہنر

تعمیر و ترقی

بھارت کی ترقی کا مذکور تو گھر گھر ہے۔
 دُنیا کی زبان پر ہے۔
 تعمیر کے جلوں سے دیرانے بھی گلشن ہیں
 فردوس بہ دامن ہیں
 طوفان سے برپا ہیں ہر سمت بہاروں کے
 گل پوش نظاروں کے
 ہر خسار کے پہلو میں جنت کے نظارے ہیں
 گل ہیں کہ ستارے ہیں
 وہ خطے جو بخیر تھے اب رُوحش گلشن ہیں
 اجناس کے خرمن ہیں
 ہر ہنر کے دامن میں تسنیم بہکتی ہے
 چاندی اسی بہکتی ہے
 ہر عِلم دہنر کی رو دیہات میں جاری ہے
 محبوب ہے پیاری ہے
 ہم اپنی کمندوں کو افلاک پہ ڈالیں گے
 یوں بات بنا لیں گے
 بے خوف رداں ہم ہیں بھٹکیں گے نہ راہوں میں
 منزل ہے نگاہوں میں
 غیروں کے سپارے کی کیا ہم کو ضرورت ہے؟
 اللہ کی رحمت ہے
 ہم امن کے شیدا ہیں جو آنکھ اُٹھائے گا
 نوک ہم سے وہ کھا گا

تیسری سیرت

ہماتابدھ کا اپدیش

۱۔ اگر کوئی شخص بُرے خیالات سے بولتا یا کام کرتا ہے۔ تو دکھ اس کا اس طرح لتاقت کرتا ہے جس طرح گاڑی کا پیہم گاڑی کھینچنے والے کا۔ جیسے شہید کی ہتھی پھول کی خوبصورتی اور خوشبو کو نقصان پہنچائے بغیر اس میں سے امرت چوس لیتی ہے۔ اس طرح گیانی پریش کو دُنیا میں زندگی بسر کرنا چاہیے +

۲۔ جو شخص دُشٹے بھوگ میں لگا ہوا ہے۔ وہ ایسے شخص کی مانند ہے۔ جو ہاتھ میں مشعل لیکر بادِ وزاں کے خلاف دڑتا ہے۔ مورکھ آدمی! اگر وہ مشعل کو بچھنے نہیں دیتا۔ تو اپنا ہاتھ جلا بیٹھتا ہے۔ ٹھیک ہی حال شہوت (کام) غضب (دکرو دھ)، حرص (دوبھ)، اور حسد (ایر شا) کی آگ کا ہے۔ جو آدمی حریص ہو کر دھن اور بھوگ کی تلاش کرتا ہے۔ وہ اس نادان بچے کی مانند ہے۔ جو چھڑی کے ساتھ شہید کھاتا ہے۔ ابھی شہید کا رس پوری طرح نہیں چکھتا کہ اس کی زبان کٹ جاتی ہے +

۳۔ جو شخص بھوگوں (لذات محسوسات) میں مست ہے وہ ایک ایسے برتن کی مانند ہے جس میں گندہ پانی بھرا ہوا ہے۔ اس کے اندر خواہ کیسی ہی خوبصورت چیزیں ڈالی جائیں۔ بس پانی کے ہلانے کی دیر ہے۔ کہ سب گیلی اور ناپاک ہو جاتی ہیں۔ نفسانی خواہشات ہمارے دل کو اسی طرح کمدر کر دیتی ہیں جیسے کیمڑ پانی کو، پھر ہم پر ہم سیتہ سے سوند رہے کو دیکھنے کے قابل نہیں رہتے۔ جب ہم اس آلودگی سے نجات پاتے ہیں۔ تب ہم اپنی میستی کی روحانی دولت کو دیکھتے ہیں۔ جو ہم کو شروع سے ہی حاصل ہے +

۴۔ اگر کوئی عورت بڑھئی ہے؟ اس کو ماں سمجھو۔ ہم عمر ہے؟ اس کو بہن خیال کرو۔ کم عمر ہے؟ چھوٹی بہن سمجھ کر برتاؤ کرو۔ بچی ہے؟ اس کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ شہوانی خیالات سے بچ کر رہو۔ کیسی عورت کو کبھی ناپاک نظر سے نہ دیکھو۔

۵۔ شراب اور دیگر نشیات کا استعمال مت کرو۔ جو شخص شراب پیتا ہے یا کوئی شہوانی فعل کرتا ہے یا اس کی خواہش رکھتا ہے وہ اسی دُنیا میں ہی اپنی جڑ آپ اُکھاڑتا ہے۔ بدی کو مہولی شے سمجھ کر کبھی یہ خیال نہ کرو۔ کہ یہ میرے نزدیک نہیں آئے گی۔ جس طرح قطرہ قطرہ گرنے سے پانی کا برتن بھر جاتا ہے۔ اسی طرح احمق آدمی بھی آخر کار بدی سے بھر جاتا ہے۔ بھوگ اچھا خواہش (لذات) کو جڑ سے اُکھاڑ دو۔ تاکہ پرلا بھن (ترغیب بد) ہمیں بار بار اس طرح تباہ نہ کرنے پائے جس طرح ندی سرکندوں کو +

امرت گنڈ :- قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ بھگوان نے امرت اور زہر دونوں کے ہیں۔ زیادہ تر لوگ زہر ہی پیتے ہیں اور پھر کہتے اور بھلاتے ہیں۔ امرت کے گھونٹے پینا چاہو تو امرت گنڈ کا مطالعہ کرو۔ ملنے کا پتہ :- منجر اوم 'اجمیری گیٹ دہلی

غلط فہمیاں

ازینڈت خوشدل صاحب ڈیرہ دہن

خواہشوں کو اپنی ہستی کا نشان سمجھتا ہوں
غمزدہ دنیا میں کی میں نے مسرت کی تلاش
بند کی جب آنکھ تو دیکھا یہاں کچھ بھی نہ تھا
قدر و قیمت اب ہوئی معلوم کانٹوں کی کھجور

اس زمین کی لپٹیوں کے آسمان سمجھتا تھا میں
عسی خوشی دل میں میرے لیکن کما سمجھتا تھا میں
دم زدن کی زندگی کو جاوداں سمجھتا تھا میں
ورنہ پھولوں ہی کو زیب گلستان سمجھتا تھا میں

چھین لی اس دہر میں خوشدل کی جس نے خوشدل
اُس غم دل کی ضعیف و ناتواں سمجھتا تھا میں

قطر

دیوان پنڈی داس قمر بر ندان نواسی

جذبات بھی ہو جاتے ہیں آدروں کے حوالے
بہتر تو یہی ہے کہ خدا غرض نہ ڈالے
مگر غرض بھی ڈالے تو کسی اہل دلت سے
جیسے کہ خدا ماں کو لیے بنسری والے

من مانگ منگے کئے اور ستا کیا اناج
تاہیں تے پر تھجہ جانئے بڑا غریب نواز

میں اصول رزق میں قائل نہیں تدبیر کا
سامنے آتی گیا ٹکڑا میری تقدیر کا
اے قمر تو شکر کر ہمان اپنا دیکھ کر
رزق اپنا کھا رہا ہے کلب ہیں تیرے پیچھے

درد پہنیاں کو کسی صورت عیاں کیونکر کروں
جو مجھے تکلیف ہے اُس کا بیاں کیونکر کروں
کھول دے بابِ ابابت ایک ہی آواز پر
اپنے منہ میں با اثر پیدا زباں کیونکر کروں
جب اُسے خود بخشنے کو پا پیوں کا ہے خیال
سوچتا ہوں میں دردِ بار بار آہ دغاں کیونکر کروں
کاش دھل جلتے تیرے الطاف سے فرد گناہ
میں تیری سرکاریں آنسو رواں کیونکر کروں
مہربانی ہو قمر نادار پر سنکٹ ہرن
مالِ الطاف تجھ کو مہربان کیونکر کروں

بیت
پیغمبرِ انسا

بالوگانڈھی

از ڈاکر طاشانی سرورپ شرماجر نلسٹ کو رشتہ

جن کا یہ دعویٰ تھا کہ اُن کی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔

کیا یہ ایک حقیرہ نہیں تھا کہ ایک پھڑکی ہوئی قوم کو جو عرصہ سے غلام بنی چلی آرہی تھی۔ جس میں احساسِ کمزوری پیدا ہو چکا تھا۔ خون کا ایک قطرہ پہلے بغیر دنیا کی آزاد قوموں کی صفوں میں لا کھڑا کر دیا۔

یو جیہ بالوگانڈھیب محبت تھا۔ وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا تھا۔ جو اُس سے جتنی دشمنی کرتا تھا وہ اُس سے اتنی ہی محبت کرتا تھا۔ دنیا کے کسی انسان کو غیر نہیں مانتا تھا۔ مندروں میں بیٹھ کر قرآن کی آیتیں پڑھتا تھا۔ مسجد میں بیٹھ کر گیتا کے شلوک پڑھتا تھا۔ وہ دھارمک متافروہ نہ تھے۔ بلکہ گیتا پر نہیں پہنتا تھا۔ بلکہ نہیں لگاتا تھا مگر رام من لگاتا تھا۔ سجدہ نہیں کرتا تھا مگر سورہ فاتحہ کی تلاوت ضرور کرتا تھا۔ مذہبی بندو اور مسلمان اُس سے ناراض ہو جاتے تھے۔ مگر اس کا فرمان تھا کہ سب مذہب محبت کا پیغام

دیتے ہیں۔ اُس کا مذہب انسانیت تھا۔ اُسے تمام مذہب کی اچھائیوں سے پیار تھا۔ اُس کا دشوار اس تھا کہ تمام مذہب کا ایک ہی اصول ہے۔ اس لئے وہ اپنی پرارتھا سبھاؤں میں دید اپنشد کے شلوک، قرآن کی تلاوت اور بائبل کے اچھے دچاروں کا پرچار کیا کرتا تھا۔

بالوگانڈھی ہندوستانی نہیں بلکہ خود ہندوستان تھے۔ خود واحد نہیں بلکہ جسم قوم تھے وہ ملک کا نبض و قلوب

۱۸۴۹ء کو سرزمین ہند پر روشنی کا سورج طلوع ہوا۔ وہ اھنسا کا اوتار اور انسانیت کا علمبردار تھا۔ جس میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ کتنا ثابت قدم تھا وہ کہ بڑے بڑے طوفان اُٹھے، بجلیاں چمکیں زلزلے آئے ٹکر وہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہا۔ جتنا زیادہ پرکشا میں اُسے ڈالنا گیا اتنا ہی کامیابی سے وہ آگے بڑھتا اُس نے نفرت کو محبت سے جیتا۔ حق پرستی کو پالیسی پر ترجیح دی۔

بھگوان بدھ کے بعد اھنسا کا اتنا عظیم علمبردار آج تک پیدا نہیں ہوا۔ یہ فخر صرف سرزمین ہند کو ہی حاصل ہے۔ جس نے گاندھی جیسے عظیم انسان کو جنم دیا جو روشنی کا بینا رہن کر سارے سنسار میں چمکتا رہا اور جس کی تعلیم آج بھی دنیا کو شائنی کا پیغام دہی ہے۔ سیتہ اور اھنسا کا پرچار بھگوان بدھ، حضرت عیسیٰ نے بھی کیا مگر گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد میں نرالی بات یہ ہے کہ اس نے سیتہ اور اھنسا کے سنہری اصول کو سماجک اور سیاسی اُمتی دونوں کے لئے استعمال کیا۔ اور اسی فلسفہ کی بدولت آزادی جیسی نعمت اُس نے ہمیں بخش۔

گاندھی جی بھاری انقلابی تھے جنہوں نے دنیا کی تاریخ میں پہلی بار عدم تشدد کے انوکھے ہتھیار سے دنیا کی ایک ایسی عظیم طاقت کو نلسٹ دی۔

بھی جانتے تھے۔ سب کے دلوں کی دھڑکن کو وہ بھلی پرکار جانتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بے چینی کی جڑ نفرت ہے۔ انہیں صرف اپنی لُوح کی شناسی نہیں چاہیے تھی بلکہ چالیں کر ڈر بھارتیوں کی آزادی ہی اس کی رُوح کو شانتی دے سکتی تھی۔ بالوں کی زندگی ایک آدرش تھی خلوص اور پاکیزگی کا سرچشمہ تھی۔ ایسے انسان مدیوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔

سورگ کی یاد نے ایک ایسے وقت میں دیش کی باگ ڈور سنبھالی جب چاروں طرف گھور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انگریزی تاناشا ہی دندانہ رہی تھی۔ انقلاب نے تشدد کے ذریعے انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کی پوری پوری کوششیں کیں مگر ناکامیاب رہے۔

آخر ۱۹۱۵ء میں موہن داس کرم چند گاندھی نے انگریزوں سے لوٹ کر اپنے ملک کی بغض کو ٹوٹا اور یہ محسوس کیا کہ انگریزی حکومت کے خلاف عدم تشدد کی لڑائی سے ملک کو بیدار کر کے انگریزوں کو یہاں سے دُعا کیا جاسکتا ہے۔ آخر گاندھی نے ملک کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ کانگریس جو صرف اصلاحات پاس کرنے والی باڈی تھی کو از سر نو تنظیم کیا اور عدم تشدد کے نرالیے اختیار سے جنگ آزادی کا اعلان کر دیا دیش کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اُٹھی اور ایک نئے جوش کے ساتھ ملک کے نوجوان آگے بڑھے۔

دُنیا کی تاریخ شاید ہے کہ آج تک جتنے بھی سیاسی انقلاب دُنیا میں آئے ہیں وہ تشدد کے ہی راستہ سے آئے ہیں۔ خون کی ندیاں بہا لی تھیں اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تب کسی دیش کو آزادی نصیب ہوئی۔ مگر گاندھی کے انوکھے فلسفہ سیتہ اور اہسانے دُنیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔

اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر انگریزی حکومت کو ایسا بول بستر باندھ کر جانا پڑا۔ کیا یہ ایک سیاسی کارکن نہیں ہے؟ رشیوں کے ترنیتوں میں کئی بار ایسا ذکر آیا ہے کہ فلاں رشی نے فلاں راجہ کو شراب دے دیا وہ پورا ہو گیا۔ اسی طرح گاندھی نے بھی ۱۹۳۰ء میں انگریزوں کو بھارت چھوڑ جانے کا شراب دیا وہ پورا ہو گیا اور جس کے نتیجے کے طور پر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کو یہاں سے جانا پڑا۔

ہزاروں سالوں سے چھوٹا چھوٹا لعل لعل کو بھگتے کا سہرا بھی گاندھی جی کے سر پہ دھرم اور دھرم کا روپ دھارنے کے چوٹے تھا۔ انسان کو انسان سے نفرت تھی۔ اچھوتوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا گو اس لعنت کے خلاف کئی ریفارمرز نے آواز اٹھائی مگر آخر میں ہیت بالوں گاندھی کی ہوئی۔ اور اس لعنت کو دُور کر کے ہندو سماج میں بھاری انقلاب پیدا کر دیا۔ نفرت کو محبت میں تبدیل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کی زندگی کے ہر پہلو میں برابر آگے بڑھنے کے پورے پورے مواقع حاصل ہیں۔

ملک کی آزادی کے بعد بالوں کے دماغ میں رام لچرہ ایک نہری نقشہ تھا وہ بھارت کو ایسا دیش دیکھنا چاہتے تھے جہاں آدھ بیچ کا کوئی بھید نہ ہو اور عرب کی کوئی تفریق نہ ہو۔ ہر آدمی کو روٹی سیراب اور مکان کے مفاد یکساں ہوں اس سنیے کو پوجیہ بالوں اپنے سینے میں لے کر شہید ہوئے۔

آؤ آج بالوں کے اس جنم دن پر پرت گیا کریں کہ ہم گاندھی کے اس آزاد دیش میں آرتھک اور سماجک انقلاب لا کر غریبی اور جہالت کو دُور بھگا دیں گے۔ دُنیا کے اس دور میں جبکہ وہ اس ذلت و ناخوشی کے چور

میں پرکھ رہی ہے گاندھی کے فلسفہ سیتہ اور اہسانے دُنیا میں امن اور شانتی قائم کریں۔ ہمیں

دیش پتا

از جناب :
روشن پٹیل لوی جی۔ آ۔

ہما ماکانڈھی

عظمتِ قوم کا تابندہ نشان تھا گاندھی
پھونک کر روح کیا مُردوں کو زندہ اُس نے
قابلِ قدر نہیں قربانیاں اس کی اے دوست
جملہ اوصاف کا مجموعہ تھی اُس کی ہستی
دشمنِ جنگ تھا وہ امن کا دل خواہاں
روز و شب رہتا تھا تعمیرِ وطن میں مصروف
بیکسوں اور غریبوں کا محافظ تھا وہ
ہستی جو ر کو دنیا سے مٹایا اس نے
ناخنِ عقل سے کی عقدہ کشائی اُس نے
حق نے بخشا تھا اسے جو ہر اشیاء و دنا
ذات پر اس کی بجا طور سے ہے فخر نہیں
اس کے آگے تھا جگر آبِ جو امردوں کا!

قالبِ قوم میں اک روح رواں تھا گاندھی
سچ تو یہ ہے کہ سچا زمان تھا گاندھی
نازشِ بزمِ وطن، فخرِ جہاں تھا گاندھی
خوش دہن شیریں زبانِ جادو بیا تھا گاندھی
موجبِ لبتِ ہر اہل جہاں تھا گاندھی
جس میں جرأت ہو غضب کی نہ جوا تھا گاندھی
بے زبانوں کی تیموں کی نیاں تھا گاندھی
خرمنِ کفر کو اک برقِ پتاں تھا گاندھی
واقعی سچ ہے اسطوئے زمان تھا گاندھی
جس کی بنیاد تھی پردہ مٹا تھا گاندھی
زینتِ ملک تھا سرِ مہرِ جہاں تھا گاندھی
شیر بھی جس سے تھے لرزاں وہاں تھا گاندھی

تیرگی جہل و بطالت کی مٹی سب روشن!
روشنی حق کی وہاں پھیلی جہاں تھا گاندھی

مندو دھرم

از قلم ہر شتی شوبرت لال جی درمن ایم۔ ا

سوال کیا جاتا ہے۔ مندو مذہب کیا ہے؟ تم کس کو مندو کہتے ہو۔ مندوؤں میں دیدوں کے ماننے والے ہیں جو ایک ادویتہ الشیور کی آپاسا کی تعلیم دیتے ہیں۔ مندوؤں میں دیدانتی ہیں۔ جو سواو برہمہ کے کسی کے قابل نہیں مندوؤں میں چارواک ہیں جو الشیور۔ دید۔ کرم دہرم۔ لوک پر لوک کسی کو نہیں مانتے۔ مندوؤں میں بودہ ہیں جو صرف پاکانہ زندگی بسر کرنے کا وعظ سناٹے ہیں۔ جینی ایسے مندو ہیں۔ جو صرف مکت جیوں کو الشیور کہتے ہیں۔ جو ان کی تعریف کے موافق سر دیا یک نہیں۔ مندوؤں میں رانا رخ سنیر دادا لے وسنشٹ ادویت کے قابل ہیں۔ مندوؤں میں شنکر کے مقلد ادویت بھاو کی صدا بلند کرتے ہیں۔ مندوؤں میں مادھو اچاریہ کے شاگرد ادویت کے قابل ہیں۔ مندوؤں میں بلہہ اچاریہ کے پیروکار ششہ ادویت کا راگ گاتے ہیں۔ مندوؤں میں کیر صاحب نانک صاحب رادھا سوامی صاحب کے چیتے خاص قسم کی تعلیم دیتے ہیں۔ آتشک۔ ناشک۔ سب ہی اپنے آپ کو مندو کہتے ہیں۔ کیا یہ سب مندو ہیں؟ کیا مندو دہرم اجتماع ضدین کا طریق ہے؟ آخر یہ کیا ہے؟ اس سے ہم کیا سمجھیں؟ یہ سوالات ہیں جو آجکل نادان رشی ستان کی زبان پر رشتے ہیں۔ مگر وہ بالخصوص اس کے کہ سچائی کو سمجھتے اور اہلیت دریافت کرتے مذاق اور مستحضر سے کام لیتے ہیں اور گمراہی کے گہرے خندق میں گرے جا رہے ہیں۔

مندو دہرم کیا ہے؟ مندو دہرم دنیا کا سب سے مکمل مذہب ہے۔ جس میں کسی پہلو سے کمی نہیں ہے۔ اور جس میں ہر قسم کے خیالات جن کا انسان کے دل و دماغ سے تعلق ہے موجود ہیں۔ اس کی حیثیت ایک بہت بڑے سمندر کا ہے۔ جس میں کوڑی۔ ششکھ۔ موقی۔ رتن وغیرہ سب کچھ ہیں تاکہ جس شخص کو قدرت نے جس قسم کی طبیعت و عقل عطا کی ہے۔ وہ اُسی کے موافق اس میں سے اپنے لئے قدرت کا سامان تلاش کرے۔ مندو دھرم کی یہ خوبی ہے۔ کہ وہ اپنے دروازہ سے کسی شخص کو محروم نہیں کرتا اور بڑی دریا دلی سے ہر ایک کے درس تدریس۔ اور مذہبی میلان کے سامان اکٹھا کر دیتا ہے۔ یہ بات دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اور سبب ظاہر ہے۔ یہ مکمل طریق نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ سب میں کمی ہے۔ سب کے لئے ان میں انجی نیش نہیں ہے سوال کیا جائیگا۔ یہ دہرم کیا بنوایا ہے تو ایک طرح کا معجون مرکب ہے۔ اس قسم کے سوال کرنیوالوں سے میرا یہ سوال ہوگا۔ کہ جب ایک لباس ہر شخص کے جسم میں نہیں آسکتا۔ اور نہ ہر شخص موزونیت کے ساتھ اس کو پہن سکتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ عقلی و دماغی قوتوں کی کمی بیشی کے نقص کی موجودگی میں ایک ہی مذہبی خیال ہر شخص کو روحانی ترقی کا مفاد بخش سکے۔ بچہ کی عقل بچوں ہی کی طرح ہوگی اُن کا مذہب بھی بچوں کا سا مذہب ہوگا۔ نوجوانوں کی عقل نوجوانوں کی طرح ہوگی۔ اُن کا مذہب بھی نوجوانوں کا

طریق ہوگا۔ ہزار کوشش کیا جائے۔ لڑکے جو ان بڑھے کسی سب کے سب عقل و دماغ کے لحاظ سے ایک ہی طبقہ پر نہ بٹھائے جاسکیں گے۔ لڑکے طبعتاً چلبکے ہوتے ہیں جو ان قدتاً منجے ہوتے ہیں۔ بڑھے نظراً سنجیدہ مزاج ہوتے ہیں۔ کیا سب کے طرز خیال۔ طرز عمل، طرز فکر میں حمایت آسکتی ہے؟ یہ فضول خیال ہے۔ اسی طرح انسانی گردہ میں ہزاروں پیر نابالغ ایسے ملیں گے۔ جن کے جذبات بالکل بچوں کے سے ہیں لاکھوں ایسے نظر آویں گے جنہوں نے حیوانی طبقہ سے کچھ سی زیادہ عقلی و دینی نقطہ نگاہ سے ترقی کی ہے سنیکڑوں ایسے ہیں جو ابھی دلی جذبات کے سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ ایسی حالت کی موجودگی میں سب کے لئے ایک ہی اصول کی تلقین کیسے مقرر کی جاسکتی ہے۔ اختلافات کی دُنیا میں کیسے ممکن ہے۔ کہ مختلف احمالی، مختلف انجالی کا خیال متحد کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ دور اندیش رشیوں نے ہندو دھرم کے سلسلہ میں اس قسم کا انضمام کیا ہے کہ ہر کس و نا کس کو مذہبی مفاد حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آدے اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں اس سے ناگدہ نہیں اٹھا سکتا ہوں۔ ہندو مذہب کی مختلف احمالی دراصل روحانیت کے بام کے سنیکڑوں نے ہیں۔ جس کی نگاہ جتنی ادنیٰ ہے۔ جس کی تیز و ادراک کی طاقت جتنی بڑھ گئی ہے۔ وہ اسی اندازہ سے اُس کا نفع حاصل کرے اور بتدریج نایدہ حاصل کرنا پورا برابر ترقی کرتا جائے۔ اور آخر میں زندگی کے بڑے مقصد کی تکمیل کرے۔ یہ وجہ ہے کہ ظاہری طور پر ہندوؤں میں اس کثرت کے ساتھ مذہبی اختلافات موجود ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہے۔

اختلافات دُنیا کی جان ہے۔ ایک قوم دوسرے سے مختلف ہے۔ ایک عضو دوسرے سے نہیں ملتا۔ ایک ہی شاخ کے تمام پتے یکساں نہیں ہوتے۔ ایک ہی ہاتھ کی تمام انگلیاں برابر نہیں دیکھی جاتیں۔ ایک با کے تمام لڑکے مختلف انجذبات کے انسان ہوتے ہیں۔ دُنیا میں ایک ہی قسم کا غلہ نہیں پیدا ہوتا۔ ایک ہی طرح کا پانی ہر جگہ کا نہیں ہے۔ نہ ایک طرح کی پوائے۔ سوچنے دیکھنے غور کرنے کے طریقے الگ الگ ہیں۔ ایک سوال میں مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ جس کی نگاہ جس پہلو سے ملاحظت رکھتی ہے۔ وہ صرف اسی کو دیکھ سکتا ہے۔ مزاج جدا گانہ ہیں طبیعتیں جدی جدی ہیں۔ ایک ہی مرض کے لئے مزاج سکونت اور آئے پوائے کے لحاظ سے مختلف ادویات بتائی جاتی ہیں یہ ہمارا اور ہمارا روزانہ زندگی کا تجربہ ہے۔ پھر ذرہ سوچو تو سہی۔ مذہب میں کیسے یکسانیت ہو سکتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں میں مذہبی اختلافات کے اتنے شیعے موجود ہیں۔ یہ بالکل قدرت کے موافق ہیں۔ اور یہ سب مل کر ہندو مذہب کو مکمل محیط کل اور سر و دیا یک بناتے ہیں جس کو تم ہندو مذہب کا نقص سمجھتے ہو وہ دراصل اُس کا کمال ہے۔ نظر کو وسیع کرو۔ اور تم سچائی کو دیکھ سکو گے۔

تم کہو گے اگر یہ صحیح ہے تو پھر ناستکوں کو کیسے ہندو کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ الیٹور کی ہستی تک کے قابل نہیں ہیں۔ میں کہوں گا۔ اگر وہ الیٹور کو نہیں مانتے تو ہرج کیا ہے۔ ابھی عقل کے اُس زمین پر نہیں پہنچے جس پر چڑھ کر الیٹور کا درس لیا جاتا ہے۔ ان کو اپنی ہی کہنے وہ ہندو مذہب نے ایسا سامان پیدا کر دیا ہے کہ وہ

اپنے ہی طریقہ پر سوچتے سمجھتے ہوئے کسی وقت اس کو ساکشاں کار کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ چمکا کر کہتا ہے سورج نہیں ہے نہ سہی۔ اُس کو سورج کے دیکھنے کی آنکھ عطا نہیں ہوئی۔ مگر اس میں زندگی ہے۔ زندگی کی ترقی کے سلسلہ میں جب اُس کی آنکھوں کو زیادہ روشنی برداشت کرنے کی طاقت آدیتی۔ وہ کسی وقت خود دیکھ لے گا کہ سورج کوئی چیز ہے یا نہیں۔ تم کو کیا استحقاق ہے کہ اُس کو زندگی سے محروم کرنا چاہتے ہو ضرورت تو اس بات کی ہے کہ جس طرح جسے سامان کے ساتھ اس کی بیدارشیں ہوئی ہے۔ اس کو آہستہ آہستہ اُسی سامان کے ساتھ ذرہ آگے بڑھنے کا موقع دیتے جاؤ۔ ایک دن اُس کا انکار اقرار سے تبدیل ہو جاوے گا۔ اور ہندو مذہب اس ناشک کو بھی اپنے مفاد سے محروم نہیں رکھتا اور تجربہ کہتا ہے کہ اگر ناشک سوچ و چار کرتے کرتے خود آستک بن سکے اور ایشور کے جگتوں کی ہرست میں اُن کا نام داخل کیا گیا جینی کسی خاص ایشور کو نہیں ملتے۔ مگر روحانی ترقی کے سلسلہ میں وہ انہی کرتے ہیں کہ بعض انسان ترقی کرتے کرتے ایشور کو ٹی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ مانتام دمکال وہ اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ مگر اس میں ہر سچ کیا ہے۔ جین مذہب اصلیت تک پہنچنے کا ایک خاص طرح کا زینہ ہے۔ اسی طرح بدھ مت دالوں کو شخصی ایشور کی ہستی سے انکار ہے۔ مگر جو لوگ بدھ کی پاک اور یارسیانہ زندگی سے واقفیت رکھتے ہیں کہ اُن کو اُس کی ذات میں وہ خوبیاں نظر نہیں آتی جو ایشور نے مخصوص کی جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آخر میں اس بدھ کو ہندو ادوار کی طرح ماننے لگے۔

منزل مقصود تک پہنچنے کی راہیں بے شمار ہیں۔ کوئی دکن کی طرف سے چلتا ہے۔ کوئی پچھم کی طرف سے آتا ہے۔ کسی کی راہ پورب کی سمت سے آتی ہے۔ کوئی اتر سے اُس کی طرف چلتا ہے۔ یہ سب منزل مقصود کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ اُن کے راستے الگ الگ ہیں۔ اُن کے راستوں کے نظارے الگ الگ ہیں کسی کی راہ میں جنگل پہاڑ پڑتے ہیں کوئی میوا میدان سے آتا ہے۔ کوئی کشتی پر چڑھتا ہے۔ کوئی گھوڑے پر سوار ہے۔ کسی کے پاس زیادہ ساز و سامان ہے کوئی مانگتا کھاتا پو آ رہا ہے۔ ان میں سے کوئی مریض ہے۔ کوئی صبح الجسم ہے۔ سب کے حالات ایک سے نہیں ہیں اور نہ کبھی ہو سکتے ہیں۔ مگر رُخ سب کا منزل کی طرف ہے۔ ہندو مذہب اس کو جانتا ہے۔ اور سب کو تحریک اور ترغیب کی صدا گنا سنا کر کہتا ہے "بیدار ہو اٹھو چلو۔ اور جب تک منزل مقصود پر نہ پہنچے۔ تب تک چین نہ لو۔ اور نہ راہ میں پھرتے کا خیال کرو۔ یہ خوبی تم کو کہاں ملیگی۔ یہ بات مرث ہندو مذہب میں ہے۔ اور کسی میں نہیں۔ نہ۔

ہندو مذہب بربادی کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ درستگی۔ زندگی ترقی اور تسلی کا طریق ہے۔ اس کو اس تلوار کے ہاتھ لگنے سے گریز رہا ہے۔ جو سوار ایک خاص طریقہ کے سروکاروں کے دوسروں کو موت کے گھاٹ اتارتی رہتی ہے۔ ہندو مذہب تعصب سے برک ہے۔ وہ نہیں کہتا کہ سچائی صرف ہماری ہی میراث ہے بلکہ وہ ادوں میں جزوی سچائی کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اور اُن کی پیٹھ کھینکتے ہوئے کہ اُن کا حوصلہ بڑھاتا رہتا ہے۔ ہندو مذہب میں ہٹ دھرمی نہیں ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ تم زبردستی خواہ مخواہ کسی عقیدہ پر ایمان لاؤ۔ وہ پرانا کو سب کچھ اور سب میں سمجھتا ہے۔ اور سب کو جائز و عزت دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ یہ ہندو مذہب ہے۔

آدرتم دیکھتے ہو کہ ہندو مذہب کے اس اعلیٰ آزادی اور زبردست درگذر اور آزاد پسندی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اس میں ہر قسم کے مذہبی خیالات اور روحانی اصول مکمل حالت میں نظر آتے ہیں جن مرحلوں سے ابھی دُنیا کے خاص خاص مذاہب کو گزرنا ہے وہ سب ہندوؤں میں تمام وکمال اپنے اصلی آب و تاب میں موجود ہیں۔ ہندو مذہب میں ہودیت داد کا ذکر جس زوردار ہجے میں کیا گیا ہے۔ وہ دوسرے اس قسم کے مذاہب میں نام کو بھی نہیں۔ ہندو مذہب میں اودیت داد اور سچی وحدانیت کی جو تعلیم دی گئی ہے اس کے جذب کرنے میں دُنیا کے دوسرے ایسے مذہبوں کو صدیاں لگیں گی۔ انرض مذہب کے کسی پہلو کو دیکھو اس میں تمام وکمال موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ آجکل کے زمانہ کو تہذیب پر اس قدر ناز ہے مگر کیا اس ترقی کے زمانہ نے ہمارے مذہبی فلسفوں کی طرح اب تک کسی نے مکمل فلسفہ کے پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے؟ کبھی نہیں جو شخص الیاد دعوت کرے وہ جھوٹا دعوت ہے۔ مادہ پرستوں میں انبیک چارداک کی شخصیت کا ایک آدمی بھی پیدا نہیں ہوا۔ اور میڈم بلیوٹسکی سچ کہتی ہے۔ کہ اگر اس وقت چارداک موجود ہو تو ہر برٹ سپنسر اور کھلے سے اہل دماغ اس کی شاگردی کا فخر کرتے۔ وحدانیت کے سمجھنے والوں میں کہاں کسی نے شکر اچاریہ کی ایسی اعلیٰ اور زبردست شخصیت پیدا کی اور جرمنی کا مشہور فلاسفر شونہار اس اقرار میں حق بجانب ہے۔ کہ آپ نشددوں سے بہتر خیال کا اظہار کہیں بھی سامان نہیں ہے اور وہ دُنیا میں ہمیشہ عزت اور تحظیم کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ یہ ہندو مذہب کی خوبی اور بزرگی ہے۔

تم کہو گے۔ کیا بت پرستی بھی ہندوؤں کا طریق ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ ہندوؤں کو جو شخص بت پرست کہتا ہے وہ سخت نادان اور غلط کار ہے۔ اس نے ہندو مذہب کو نہیں سمجھا۔ کہاں کوئی ہندو مورتی کے سامنے کھڑا ہو کر یہ کہتا ہے کہ اے مورتی! تو بھیتر سے بنی ہے۔ تجھ کو بت تراش نے کاٹ کر گڑھا اور ایسی خوبصورت بنائی کہ وہ تو ہمیشہ یہ پرارتھا کرتا ہے۔ جھگوان! تو اپر م پار ہے۔ تیری ہمار کوئی نہیں جانتا تو انتریا می ہے۔ سرب شکیتماں ہے؟ ذرا غور کرنے سے خود بخود اس اعتراض کی جڑ کاٹ جاتی ہے۔

ہندوؤں میں مورتی صرف ایک چہنہ کی طرح استعمال ہوتی رہی ہے۔ تاکہ اس کے سہارہ دی جذبات کو یکسو ہونے کا موقع ملے۔ جو لوگ اور طرح پر دل کی دریتوں کو نہیں روک سکتے تھے۔ ابتدائی مرحلہ میں اس کو اپنا سہارا بناتے تھے۔ بعد کو اس سے تعلق بھی نہیں رہتا تھا۔ میں ہندوؤں مگر میں مورتی پر جانیں کرتا نہ اس کا حامی ہوں۔ مورتی کا سہارا صرف وہ لوگ لیتے تھے جو عقل کے کثیف ہوتے تھے۔ جن کا خیال ذرہ اد بچا ہے وہ مادہ کے ان کثیف چہنوں کو جواب دے کر خیالی سہارا لیتے تھے۔ کیونکہ یہ روحانیت کے بام پر چڑھنے کا دوسرا ذریعہ ہے۔ یہاں خیالی مورتی موقی تھی۔ کیونکہ جو شخص البتور کو باپ مال۔ راجہ۔ دوست۔ مالک کہہ کر یاد کرتا ہے۔ وہ بھی اصل میں اپنے دل کے جذبات یکسو کرنے کے لئے

ایسی خیالی مورتی سامنے رکھتا ہے۔ بات ایک سی ہے۔ وہاں مادہ کا کثیف چہنہ ہے۔ یہاں مادہ کا لطیف چہنہ ہے۔ کیونکہ خیال پھر بھی مادہ ہی ہے۔ مادہ سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں ہے۔ درنہ البشور اہل میں نہ ماں ہے نہ باپ ہے نہ راجہ ہے۔ نہ دوست ہے۔ جو اس کو ماں باپ کہتے ہیں وہ بھی اس کو مورتی مان بناتے ہیں۔ اور ان کے سامنے بھی انسان کی خیالی مورتی رہتی ہے۔ یہ روحانیت کا دوسرا مرحلہ ہے۔ آگے چل کر تیسرا مرحلہ جو جگوں کا آتا ہے۔ جس کے تعلیم پر تیار رہا۔ دہارنا۔ اور دیہان میں دی جا رہی ہے۔ یہاں بھی خیال کے لئے ایک نہ ایک مرکز قائم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر انفس یہ ہے کہ کوئی سمجھائے بھی تو کس کو سمجھائے۔ یہاں تو محض اعتراض جمائے سے تعلق ہے۔ بھلا کوئی شخص جھ کو یہ تو بتا دے کہ سرودیا کا مادہ دیہان کیسے ہو سکتا ہے کیسے کیا جاسکتا ہے۔ انسان کو اتنی عقل کہاں ہے کہ وہ اس سرودیا پکتا کے راز کو تو سمجھ سکے۔ آنکھیں بند کر دے۔ یا تو تم محیط سمندر کو لہریں مارتے ہوئے آنکھ کر دو گے یا زیادہ سے زیادہ آنکاش کا خیال کر دو گے مگر آنکاش بطور خود مادہ ہے۔ اس کی سرودیا پکتا صرف نسبتی ہے۔ درنہ البشور کی درشتی سے وہ بھی محدود و غلیظ ہے۔ لوگ سمجھتے ہو جیسے خاک نہیں اور ہندو دھرم پر شکہ چینی کرنے کو مرے جاتے ہیں۔ دُنیا کے تمام مذاہب جو ہندوؤں کو بُت پرست کہتے ہیں سخت گمراہ ہیں کیا وہ البشور کے سمجھنے کے لئے کیا چہنہ کا سہارا نہیں لیتے؟ اپنے ارد گرد دیکھو۔ اور تم ان کو زیادہ بھولا بناؤ یا کونکے۔ یہ اس مختصر اعتراض کا جواب ہے۔ جس میں ہندوؤں کو بخیر سمجھو جو بھی مورتی پوجک بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ خود مورتی پوجک ہیں۔

بخیر چہنہ کی مدد کے انسان کسی طرح دل کو قابو میں نہیں لاسکتا۔ چہنہ نہ ہو تو نہ دھارنا ہو گی نہ دیہان ہو گا۔ حرت بطور خود چہنہ ہیں کتاب بطور خود چہنہ ہیں یہ آپ تو علم نہیں ہیں مگر ان سے سلسلہ میں علم کا گیان ہوتا ہے ان کی جڑ کاٹ دو۔ پھر تم علم کیسے حاصل کر سکو گے۔ دُنیا کے تمام کتاب پرست اہل کتاب اگر مورتی پوجک نہیں ہیں تو کیا ہیں وہ اپنی کتابوں کو لاکھ کلام الہی کہیں مگر کتاب میں تو مورت کی صورت سے زیادہ ان کی وقعت نہیں ہے۔ برہمانڈ مورتی ہے۔ پنج تقو مورتی ہیں۔ زمین و آسمان سب مورتی ہیں۔ ان کی جڑ کاٹ دو۔ اور پھر دیکھیں تو سہی تم تو کس طرح البشور کا آنکھ پوتا رہے۔ یہ اعتراض تمام و کمال غلط ہے۔ اور اس کو ٹھہرنے کے لئے ذرہ بھی پاؤں نہیں ہے۔ بخیر محال ہندو اگر بُت پرست ہیں تو وہ اس طرح کے بُت پرست ہیں۔

گیتا رتن منظوم۔ مصنفہ پنڈت رتن چند رتن۔ رسالہ ادم ۱۹۵۷ء میں پنڈت جی کی منظوم گیتا شائع ہوئی تھی۔ اب لوگوں کی زبردست خواہش کے مطابق اس کو کتابی صورت میں چھپوایا گیا ہے۔ ضرورت مند اصحاب منگو اگر لاکھ اٹھا دیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ علاوہ محمولہ کے ملنے کا ہے۔ دفتر رسالہ ادم۔ اجمیری گیٹ دھلی۔ ۴۔

آج کے یُگ کا یہ انسان

(از کوئی لوک ناهندجی دیل)

جیسے نہ مندر کا ستان | جس کا کوئی دھرم نہ دین
جیسے نہ مسجد کا الجھیمان | جو خیرات کرے نہ مال

آج کے یقین کا یہ انسان
جسے نہ پوچھا یا کھڑا دھیان | جسے نہ ہو نماز کا گھیان
جسے نہ مقبروں سے ہو پیار | جسے نہ تیرہتوں کی پیماں

آج کے وقت کا یہ انسان
یاد نہ ہو جس کو شمشان | تبج سے جس کا قبرستان
سچھے مالا کو جو ڈھونگ |

آج کے یگ کا یہ انسان
جو سب کو نہ ملے | جس کا دھرم نہ کچھ ایمان
جسے نہ گیت سے ہو پیارا | اچھا لگے نہ جسے قرآن

آج سے لگ کایہ آنان
نے جو اپنے آپ ہان | کرے جو اپنے ہی گن گان
جس کا رام نہ کوئی رحیم | جس کا مالک نہ بھگوان

آج سے تیک اسکا یہ ان
 مہ سے کائے ہری ان گان
 کرتاے سب کائے کام
 نڈل میں داب کے پھر گریان
 پھر بھی کسلے شریان

آج کے یگ کا یہ ان
مل جائے جب بڑا ستھان
رکت کرے چھوٹوں کا پاں
میں سے ماتا ہے ستھان

آج کے فنگ کا یہ آن



کلنی دھڑشری گوبند سنگھ جی نہالاج کا جیون پرتر

انگیکان چند ریمپال جرنلسٹ ہوشیار پور

بھارت درش کے پراجپن شہر یاٹلی پتر (پٹنہ) میں سکھوں کی نادیں پادشاہی گوردیتھ بہادر جی برہمان تھے۔ دیش کے پیار کے لحاظ سے ان کو "ہند دی چادر" بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی استری کا نام ناتا گجری تھا۔ دونوں نیک خیال کے تھے اور بھگوان کے سچے بھگت تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گوردی باہر جانے لگے۔ اور جاتے ہوئے کہا۔ کہ ہمارے گھر میں بھگوان کی شکتی کا پرکاش ہوگا۔ چنانچہ عین شہد موتی پر ۱۶ جنوری ۱۹۶۱ء مطابق پوہ سندی ساتویں سمر ۱۷۲۳ کے دن چاند سال کا پیدا ہوا۔ گوردی کے کہنے کے مطابق اس کا نام گوبند رکھا گیا۔ ان دنوں بھیکم شاہ فقیر جو کہ ریاضت میں مشہور تھا۔ ایک دن اپنے مریدوں کو کہنے لگا۔ کہ میں ایک خدا کے پیارے کے نیاز حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ جب انہوں نے کہا۔ کہ داہ۔ ایک مومن ہو کر "ہندو" کے گھر جا رہے ہو۔ یہی ہے ہتھاری سُلَمانی؟ آخر اس نے کہا۔ کہ بھی! مجھے خدا رسول کی طرف سے ایسا ہی ایام ملا ہے۔ چنانچہ بھیکم شاہ اپنے ڈیرہ سے گوردی کے گھر آیا۔ اور آتے ہی ننھے بالک کے درش کرنے کو کہا۔ پہلے تو انہوں نے دکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر ایک سفید اور لمبی داڑھی والا نمازی خیال کرتے ہوئے بالک کو رد مال میں لپیٹ کر اس کے ہاتھوں میں دے دیا۔ تب بھیکم شاہ نے الگ ایک کمرہ میں جا کر ایک کونہ "ص" میں پانی تھا اور دوسرا "ص" میں دودھ تھا دونوں آگے رکھ دیئے۔ تب گوبند جی نے دونوں پر ہاتھ رکھا۔ یعنی ان کی نگاہ میں ہندو سُلَمانی ایک جیسے ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔ تب شاہ جی کو پوری تسلی ہو گئی اور بہت ہی خوش ہوا۔ اور گوبند جی کا معتقد بن گیا۔ اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد گوردی بھی باہر سے واپس آئے۔ اور ننھے کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ رفتہ رفتہ گوبند جی بڑے ہونے لگے۔ اور وہ چھوٹی عمر میں ہی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تیر دکان سے کھیل کرتے تھے۔ اور ان کو ایسا کرنے کی خاطر صفحہ بندی (دالٹھا) کرنا سکھاتے۔ اور خود روزانہ خوب ورزش کرتے۔ ناتا گجری نے گوبند جی کو دس سونے کے کمرے (کنگن) پہنائے ہوئے تھے۔ ایک دن ایک کڑا کھیلنے کھیلنے ہاتھ سے اتر کر پانی میں گر پڑا۔ اور واپس اکبر گھر میں آکر کہا۔ کہ کڑا پانی میں گر گیا ہے۔ ناتا نے کہا پھلو بٹیا۔ کھے۔ وہ جگہ دکھاؤ؟ چنانچہ دونوں وہاں پانی کے قریب آئے۔ اور آتے ہی دوسرا کڑا اُتار کر کہا۔ کہ ناتا جی! ابیاں پر کڑا اگر گیا ہے۔ تو کیا دونوں کڑے پانی میں گر گئے۔ اور کوئی پرداہ نہ کی۔ اور آپ کو بچپن سے ہی سونے چاندی اور مایا سے سخت نفرت تھی۔ ان دنوں دیش میں اورنگ زیب کا راج تھا۔ اور وہ بڑا ہی متعصب تھا۔ ہندو اس کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ روزانہ کئی ہندوؤں کے جینو (دیکھو پوسٹ) اور چوٹیاں کٹا

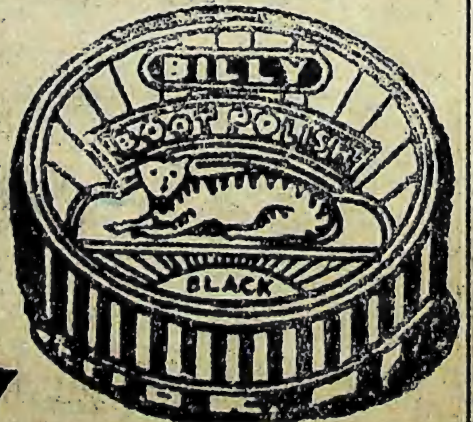
سر رڈی کھاتا تھا۔ اور ساری طاقت مذہب اسلام کی تبلیغ پر صرف کیا کرتا۔ اورنگ زیب کے حواری حکومت کے رعب سے ایسا کر کے اپنی من مانی کرتے تھے۔ اس طرح ریاست کشمیر کے کشمیری برہمن اس کے ظلم و ستم کی تاب نہ لا کر ایک جگہ شری امر ناتھ سوامی کے مندر میں اکٹھے ہوئے۔ اور وہاں پورے چالیس یوم تک ہون بیکہ کیا۔ اور بھگوان سے پراسنھا کی کہ بھگوان ہماری موجودہ مصیبتوں کا حل کیجئے۔ آخر بیکہ کی پورن آہوتی کے بعد ان کا ایک وفد گوردیتھ بہادر کے پاس پہنچا۔ اور جا کر کہا۔ ہمارا راج! آپ ہی بڑے ہیں۔ ہم کو اس ظالم راج سے بچائیے۔ ہمارا جان و مال کی حفاظت کیجئے۔ ہندو دھرم کو سخت خطرہ درپیش ہے۔ تب گوردی نے ذرا سوچ کر کہا۔ کہ واقعی آپ دیکھی ہیں۔ مگر اس وقت دیش کو بچانے کے لئے ایک بہانہ دیکھنے کے بلید ان کی ضرورت تھی۔ نیڈت بچا سے سورج میں پڑ گئے۔ جان سب کو پیار کی ہوتی ہے۔ پاس ہی گوبند جی بیٹھے سب باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے اپنی توہنی زبان سے کہا۔ کہ ہمارا راج! آپ سے بڑھ کر اس وقت دیش میں اور کون سا دیکھتی ہے؟ چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مصداق گوردی نے کوئی برائہ نہ پایا اور کہا۔ کہ اچھا! تو سال کا بچہ اور یہ جذبات؟ مجھے منظور ہے، اس کے بلید گوردیتھ بہادر کو شاہی فرمان کے ذریعے دہلی بلایا گیا۔ اور ان کو ہندو دھرم چھوڑ کر مسلمان بننے کے لئے مجبور کیا گیا۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور اس وجہ سے ان کو طرح طرح کے دھکے دیئے گئے۔ مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور باقاعدہ سرباٹ کاٹکے سا جواب دیتے رہے۔ آخر بادشاہ نے ان کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اور وہ قوم کی خاطر شہید ہو گئے۔ (یہاں اب چاندنی چوک میں گوردوارہ سیس گنج بنایا ہے)۔ آخر ان کی شہید کی خبر گوبند جی کو مل گئی۔ اور وہاں بیابا ہمت ہی دکھائی ہوئے۔۔۔۔۔ اور وہاں میں پکا عہد کر لیا کہ اب تو اپنا جان و مال کو نشٹ کرنے میں ہی لگاؤ درگا۔ اور ہمت نہ ہاروں گا۔ بعد میں وہاں سے آئندہ پور (جو شیہار پور) میں آ گئے۔ اور وہاں آئندہ پور کی پہاڑیوں میں بھرن کرتے رہے۔ اور اس علاقہ میں عرصہ تک جمعہ بندی کرتے رہے۔ اور دیش کے سنگٹ کا پرچار کرتے رہے۔ آخر ایک دن چنڈی دیوی (شکٹی) کا بیکہ شروع کر لیا۔ جس میں بھارت کے اوجیہ کوٹی کے ودوان کاشی، مٹھرا۔ بندرا بن۔ ہری دوار کے کرم کاٹڈی نیڈت بلوائے گئے۔ اس میں دور دراز سے اور بھی کافی لوگ پہنچ گئے۔ تمام لوگ ہمت ہار بیٹھے تھے۔ اور کوئی ہندو قوم کا سچا متیشی نہ تھا۔ رہی یہی کسر اورنگ زیب کے ظلم تشدد نے پوری کر دی تھی۔ غرضیکہ ہون بیکہ کی پورن آہوتی پڑی۔ تب گوردی نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سنو! اب ہندو قوم جو کہ بلاشبہ رشیوں کی اولاد ہے۔ پر مسلمان نے بڑا ظلم کر رکھا ہے۔ گویا ہندو قوم کا جینا حرام ہے۔ اگر اس کا کوئی لاکھ عمل اختیار نہ کیا گیا۔ تو ہندو قوم کا نام بالکل صفر ہستی سے مٹ جا دیگا۔ یہ کوئی ہندو قوم کا سچا غمخوار جو اپنی جان قربان کر سکے۔ ایسا جوشیلا بھاشن دیا کہ سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ تب اتنی حاضری میں صرف پانچ ہندو لکے۔ اور کئی دودھ پیئے والے مجنوں قربانی کے ڈر سے بھائے گئے۔ اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ گوردی نے ان کو کہا۔ کہ مجھے تو سروس کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ہمارا راج! ہماری خوش قسمتی ہے۔ جو اپنا یہ فانی مشیر گوردی کے چروں میں لگے گا۔ تب گوردی نے ان کی باری باری کڑی آزمائش لی اور ان کو کھڈے سے امرت پلایا اور ان کے نام دیا سنگھ۔ دھرم سنگھ۔ محکم سنگھ۔ زور آور سنگھ۔ ہمت سنگھ۔ لکھا۔ اور ان کو سکھ دیش (بنا کر پانچ لکے) کچھ کراہیں سریان۔ کنٹکا) کی دردی (دبانہ) مقرر کر دیا اور وہی امرت چروٹیوں کو پلایا۔ تو گوردی شکتی سے انہوں نے بازوں

کو مار بھگا یا۔ گویا گوردی نے قومی سپرٹ کا انجکشن لگا دیا۔ اور خوش قسمتی سے اس دن بسا کھی کا دن تھا۔ گوردی نے اپنے پوتر ہتھوں سے خالصہ پتھ کو سجایا۔ اور اس کا نام "خالصہ دل" رکھا۔ اس کے بعد ہزاروں دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا دیکھی اس فوج میں شامل ہونا منظور کر لیا۔ گویا ایک فوج ہی تیار ہو گئی۔ اور جہاں جہاں مسلمانوں کے صوبے ہندوؤں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ ان پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا کرتے تھے۔ جہاں یہ کاروائی عمل میں لائی گئی تھی وہاں اب بھی آندپور صاحب میں ایک چوترہ بنایا ہے۔ اور ساتھ ہی پانی کی ایک باڈی ہے۔ شاندار گوردوارہ بھی ہے۔ اور سات میل ادبائی پر نینا دیوی کا مندر ہے۔ بعد میں پانچھواڑہ میں مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کی گئی۔ اور ان کے دانت کھٹے کھٹے گئے۔ اس کے بعد چالیس سکھوں کے ایک جھٹے کی کشتی میں مسلمانوں کے ساتھ مسٹھ بھڑ پٹوئی اور کافی لڑائی ہوئی۔ آخر اس میں چالیس سکھ قوم کی خاطر روتے روتے جام شہادت نوش کر گئے۔ ان میں ایک سکھ جہاں سنگھ جو کہ پہلے گوردی سے بے لکھ ہو گیا تھا وہ بھی مارا گیا۔ آخر فری پتی ہوئی ردو جوں کے آخری وقت میں گوردی نے ان کو آشر داد دی۔ اور ان کو نکلت کیا اور جہاں سنگھ کی گستاخی صاف کر دی۔ کشتی کے نام سے ایک تالاب بنایا ہے۔ جہاں شاندار گوردوارہ بنایا ہے۔ اور ماگھی کے دن ایک بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔ اس کے بعد روپڑ اہلالہ کے نزدیک چکور کے قلعہ میں مغلوں سے جنگ ہوئی۔ اس میں سکھ فوجوں نے کافی ہمت سے کام لیا۔ گوردی نے اپنے دونوں لڑکوں کو جنگ میں لڑنے کی آگیا دی۔ اس جنگ میں لڑتے لڑتے ایک لڑکے کو پانی کی پیالہ لگی۔ تب اس نے گوردی سے پانی مانگا۔ مگر گوردی نے کہا۔ کہ بیٹا۔ اب تو دشمن کے خون سے ہی اپنا پیاس بجھاؤ۔ چنانچہ اس جنگ میں دونوں شہید ہو گئے۔ اور گوردی کے دوسرے دونوں لڑکوں کو پیکر ترسہ منڈ میں لے گئے۔ اور ہندو دھرم چھوڑنے کیلئے کہا۔ اور کافی لالچ دے دیے۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ آخر دونوں کو زندہ ہی دیواروں میں چنوا دیا گیا۔ بڑے لڑکے نے چھوٹے سے کہا۔ کہ تم خوش قسمت ہو۔ میں پیچھے رہ گیا ہوں تو عمر میں چھوٹا ہے۔ مگر مجھ سے پہلے شہیدی پر اپت کر رہا ہے۔ الخرض دونوں ہی دیواروں میں چنوا دیے گئے۔ اور ظالموں نے کوئی رحم نہ کیا۔ اور چاروں لڑکے ہندو قوم کی خاطر تریاں ہو گئے۔ مانگنے گوردی کو کہا کہ ہمارے لالہ کہاں؟ تو گوردی نے ہمت باندھ کر کہا۔ کہ دیکھو یہ سب بچے آپ کے ہی بچے ہیں۔ انہیں اپنے بچے خیال کریں۔ علاوہ ازیں گوردی کو بند سنگھ جی نے ہمت نہ ہاری۔ اور اپنا کام بدستور جاری رکھا۔ اور رفتہ رفتہ دھکی جتنا آرام کا سانس لینے لگی۔ ظلم بھی آخر کمب کسی کا ہمیشہ ساتھ دے سکتا تھا۔ آخر ۱۷۵۷ء میں اورنگ زیب اس دیش سے چلتا بنا۔ جو کہ بزور شمشیر ہندوؤں کو مسلمان بنانے کا دعویٰ دار تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ منغل بادشاہوں میں سے اورنگ زیب جیسا ظلم ہندو قوم پر کسی نے نہیں کیا۔ اس نے تو اپنے باپ کو بھی قید کر رکھا تھا۔ اس کے بعد گوردی آندپور صاحب سے دکن میں ندھیر کے استھان پر چلے گئے۔ وہاں جا کر اپنا ڈیرا لگا دیا۔ آگے گوردی کی ندی کے تنٹ پر لکشمی دیویراگی پونچھ (راجوری نواسی) ایک جگہ تنسیا میں مشغول تھا۔ گوردی نے اس کو دیش کے سنگٹ دور کرنے کے لئے اپدیش دیا۔ اور اُسے اپدیش دے کر وہاں سے پنجاب بھیجا۔ تب بندہ سیراگی نے ادھر اُسکے سر ہند کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور اس جنگ میں صوبیدار وزیر خاں مارا گیا۔ آخر اپنا کام سمپت کر کے گوردی نے ایک انٹی گنڈ تیار کیا۔ اور اپنے چیلوں کو کہا۔ کہ اس کے اندر کسی کو نہ

آنے دینا۔ اور نہ ہی بعد بیماری یادگار بنانا۔ اور شری گورد گرنتھ صاحب کو ہی تمام سکھ اپنا گورو مانیں۔ اور کسی کو نہ ماننا۔ اور آپس میں بلا مذہب دہلیت و بدلت پریم سے رہنا۔ یہی منش ماتر کی سچی سیوا ہے۔ بعد میں وہاں دیکھا۔ تو کچھ بھی نہ پایا۔ وہ اتنی دیوتا میں پرولیش کر گئے۔ ادھر ایک سیوک نے ان کو باہر جنگل میں جاتے ہوئے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور ہاتھ میں نیزہ اور باز پکڑا ہوا تھا۔ سیوک نے سبیں جھکایا اور انہوں نے اسے آشیر داد دیا۔ مگر ڈیرے پر آکر سنا۔ تو حیران رہ گیا۔ اور جب انہی کو دیکھا گیا۔ تو اس میں ایک کڑا اور ایک کرپاں نکلے۔ جو کہ ان کی لٹانی اب تک گوردوارہ میں پڑی ہوئی ہے۔ گویا گورد گوبند سنگھ جی کا پرلوک گمن۔ کار تک شدی پنچھی سہ ۱۷۵ (۵ دسمبر ۱۷۵۸ء) کو اچل نگر دھڑ میں ہوا۔ (جسے اب حضور صاحب بھی کہتے ہیں) بعد میں نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے کافی ظلم کیا۔ مگر مسلمانوں کے باہمی تعلقات بگڑ گئے۔ اور اس کا سکھوں نے فائدہ اٹھایا۔ اور جنگل بیابانوں سے نکل کر میدان میں آکر اپنا ادھیکار بنالیا اور کافی دیر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں ایک سردار چڑھت سنگھ کے پوتے ہمارا جہ رنجیت سنگھ نے منلوں پر فتح پا کر پنجاب میں خالص سکھ راج قائم کیا۔ اور شیر پنجاب کیلئے۔ جس کی تاریخ شاید بے گورد گوبند سنگھ جی نے سینہ قوم پر اور بھارت دیش پر ایک احسان کیا جس کو بیان کرنا مشکل ہی نہیں۔ بلکہ ناممکن سی بات ہے۔ علاوہ آپ نے دھارنگ گرنتھ ”چتر ناٹک“ بھی لکھا۔ جس سے سب جتنا فیضاب پور ہی ہے۔ اور یہ آپ کے ہی داک ہیں۔ کہ چڑیاں سے باز لڑاؤں۔ تبھی گوبند سنگھ نام دھراؤں۔

(۲) میں ہی پریم پیکھ کا داسا + دیکھن آجوت گت مٹاش
گورد جی نے دُنیا کے لوگوں کو راستی اور سچائی کا راستہ دکھایا۔ اگر تمام سکھ صاحبان گورد جی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں تو موجودہ وقت کی تمام فترتہ داریاں اور مذہبی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

بُٹوں کی جان اور شان
بلی بوب پائس
روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں



رَشکِ جہاں

← بیتاب علی پوری ادیب فاضل (سرونی پت)

قدم قدم پہ چراغ و فاجلا کے چلو
چلو اے فخر وطن سر کو تم اٹھا کے چلو
نفاق و کینہ و نفرت سبھی شل کے چلو
جوائے دہر میں کوئی تو گل کھلا کے چلو

ہر ایک ذرے کو خورشید تم بنا کے چلو
اٹھو اٹھو کہ زمانہ پکارتا ہے یہی
وہ وطن میں ہیں کچھ خار بغیر نفرت کہ
یہ زلیبت کیا ہے کہ آئے بھی اور چلے بھی گئے

پیام امن زمانے کے چلو بیتاب
کہ اپنے ہند کو رشکِ جہاں بنا کے چلو

حقیقت

← از بیتاب علی پوری ادیب فاضل سرونی پت

اک قطرہ دریا ہوتا ہے	اک ذرہ دنیا ہوتا ہے
خود آ کے مسیحا ہوتا ہے	جو درد جہاں کو دیتا ہے
دل گرم تماشا ہوتا ہے	انسان کے بیخود ہونے پر
پردہ کو ہٹانا ہوتا ہے	لبس حسن و محبت میں مہم

بیتاب کبھی اس دنیا میں

غم غم کا مداوا ہوتا ہے

~~~~~



# سیکھ مذہب میں

(ہاشمہ ست ہادی کے قلم سے)

یہ کون نہیں جانتا کہ سیکھ مذہب اور سیکھ بھائی ہندوؤں کے ہی گوشت پوست کا ایک حصہ ہیں۔ اس سنی لگ دسوں گورد صاحبان ہندوؤں و کشتریوں کے گھر پیدا ہوئے اور کشتریوں میں ہی بپائے گئے۔ ہندوؤں کے سدھار کے لئے ہی اس تحریک نے جنم لیا۔ اور ہندو دھرم کی رکشا ہی انہوں نے اپنا نصب العین بنایا۔ کئی گوردوں نے ہندو دھرم کیلئے اپنا بلید ان دیا۔ لیکن جب انگریز بہادر یہاں آیا تو اس نے ہندوؤں کی ایک جہتی کو توڑنے اور اس میں انتشار پیدا کرنے کی کئی چالیں چلیں۔ سیکھوں کو الگ کرنے کے چیلہ بہانے ڈھونڈھے۔ ایک انگریز میکالاف کو سنگھ بھی سجا دیا گیا۔ سیکھوں میں سے کچھ ایسے آدمی مل گئے جنہوں نے ان کے اشاروں پر یہ اعلان کیا کہ سیکھ ہندوؤں سے ایک الگ فرقہ ہیں۔ ان کے لئے نوکریاں اور نیابتیں الگ مخصوص کر دی گئیں۔ آہستہ آہستہ یہ تحریک بڑھتی گئی۔ اب حالت یہ ہے کہ سیکھ اپنے آپ کو ہندوؤں سے الگ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ حالانکہ ان کا کوئی سدھانت کوئی رسم و رواج ہندوؤں سے مختلف نہیں۔ ہندوؤں کی غفلت دیکھ کر ان کی طرف سے سیکھوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ جو ہندوؤں کی بے حی اور بربادی کا پیش فیہ ہے۔

میں نے سیکھوں کی کتب مقدسہ کا کاغذ مطالعہ کیا۔ مجھے سیکھ مذہب کا کوئی ایک ادھا اصول بھی ہندو دھرم سے مختلف کہیں نہیں ملا۔ جس کی بنا پر سیکھ مذہب کو ہندو دھرم سے علیحدہ سمجھا جاسکے۔ میں نے چند سیکھ و ددانوں سے بھی دریافت کیا مگر وہ بھی کوئی ایسا اصول نہیں بتلا سکے۔ ایک سیکھ صاحب نے جو سیکھوں کو ہندوؤں سے الگ مانتے ہیں سب سے آگے میں بتلایا کہ سیکھ دھرم میں صرف ایک پریشور کی پوجا لکھی ہے۔ اور ہندو دھرم انیک دیوی دیوتوں اور بتوں کی پرستش میں مبتلا ہے۔ نیز یہ کہ ہندو دھرم میں رام اور کرشن کو الیشور کا اوتار مانا جاتا ہے۔ بس لے دے کے صرف یہ ایک فرق بتلایا گیا ہے۔ لیکن جس قدر بت پستی سیکھ مذہب میں جاری ہے۔ اس کا عشر عشر بھی ہندو دھرم میں نہیں دربار صاحب۔ گرنٹھ صاحب۔ مہی صاحب۔ پیرھی صاحب۔ سرمان صاحب۔ رومال صاحب۔ ہرندر صاحب۔ اکال تخت۔ پنج صاحب۔ پیری صاحب۔ مانی صاحب۔ بابا بل صاحب۔ وغیرہ بیسیوں صاحبوں کی پوجا جاری ہے۔ گرنٹھ صاحب کو بھگ گنا جاتا ہے۔ ارشنان کرایا جاتا ہے۔ ذاتن کرائی جاتی ہے۔ چوری بھلائی جاتی ہے۔ سمٹھاٹیکا جاتا ہے۔ دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ہر مندر کی دیلین پر ماتا رکھا جاتا ہے۔ مندر پر کھدی ہوئی گوردوں کی صورتوں کے آگے سجدے کئے جاتے ہیں۔ شہیدوں کی سجادھوں پر سجدے گزارے جاتے ہیں۔ بابا بل صاحب کی مٹھیاں بھری جاتی ہیں۔ میں نے ہر مندر امرت سر کے گرنٹھوں اور گیانیوں کو گوردوں کی صورتوں کے سامنے سر سجدہ ہوتے پچشم



دیکھا ہے۔ سیکھوں کا یہ عذر کہ مرث جاہل سیکھ ہی بُت پرستی کرتے ہیں اس لئے غلط ہے کہ بے جان گرنہ صاحب کے آگے اور اکال تخت میں پڑی ہوئی گوردی کی مورتی کے سامنے بڑے بڑے کیا نی سیکھ تھا سیکھتے ہیں۔ اگر سیکھ کی تعلیم میں بُت پرستی نہ ہوئی تو سیکھ اسے سختی سے منع کرتے۔ جب ہم دسم گرنہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گورد گرہند سیکھ جی چڈی۔ کالکا۔ اہکا۔ دُرگا۔ شیواسکار تیلیائی۔ کامردیا۔ کھیا۔ منگلا۔ ستلا۔ بھدر کالی۔ گورجا۔ بھوانی۔ زوتا۔ بھیروی۔ سندھا۔ بھارگوئی۔ منگلا۔ پنکلا۔ جوگ۔ مایا۔ کپالی۔ پھلا۔ آچھلا۔ الیشوری۔ جوالا وغیرہ وغیرہ ۳۲ دیویوں کے معتقد تھے۔ جیسا کہ درچار شلوک درج ذیل ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۱۱۰ دیوی جی کی اُستوت :-

”نمو بھیروی۔ بھارگوئی ام بھوانی۔ نمو جوگ جوالا دھری سرب مانی۔ بھوی۔ بھادانی بھیروی بھیم رڈیا۔ نمو منگلا پنکلا نیم انوپا۔ نمو سنگھ داہی نمودار کارم۔ نمو کھگ دگم۔ بھما جھم بارم۔ نمو چتر ماسی۔ نمو اشٹ بانا۔ نمو پو کھنی سرب عالم پنا۔“

جیسی نمو منگلا کالکایم۔ کپالی نمو بھدر کالی سوامی۔ دُرگایم۔ چھایم نمودھاتریم۔ سواما سدھایم نموتے ایم۔ نمو بھیم رڈیا نمو لوک ماتا۔ بھوی بھادانی بھو کھیا نابد ماتا۔ نمستم نمستم نمستم بھوانی۔ سدا را کھلے موٹے کر پائے کر پائی۔“

اتی سری پجتر نامکے چڈی چتر ترے دیوی جوکی اُست برنم سپتہ ادھلے سپورنم۔ اشو شہ منو۔“

آد گرنہ صاحب صفحہ ۶۰ گوردی کی وار محلہ میں گورد صاحبان کی مورتیوں کی پوجا کرنی لکھی ہے۔

”ہر نام دی تان۔ ہر نام دی بان پر ناموں رکھ کر ادے۔ جو پت لائے پوجے گورد مورت۔ سو من اچھے پھل پاو یعنی جو کی سیکھ اپنے گورد کی مورتی کو دل لگا کر پوجتا ہے۔ وہ حسب خواہش مُراد پاتا ہے۔ نیز صفحہ ۶۱ راک دھنا سری محلہ میں گورد نانک صاحب کا فرمان بھی یوں درج ہے۔ کہ ست گورد کی مورت پر دے دسا دے۔ جو اچھے سولی پھل پائے۔“

آد گرنہ صاحب میں بھوان رام چندر آدر کرشن جی ہاراج کو جا بجا الیشور یا الیشور کا اد تار لکھ کر دونوں کی پوجا کرنی لکھی ہے۔ لیکن سیکھ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ رام اور گوپال الفاظ سے گورد صاحبان کا مطلب الیشور تھا نہ کہ دشرہ یا داس دیو کے بیٹے رام اور کرشن مگر آد گرنہ صاحب راک سورہ محلہ ۵ صفحہ ۹۶۳ پر سیارام نام جینے کی ہدایت لکھا جانا ثابت کرتا ہے کہ گورد صاحبان مانتا سیتا کے پتی اور ہمارا جہ دشرہ کے بیٹے رام کی پوجا کیا کرتے تھے۔ آدرا نہیں ہی الیشور مانتے تھے۔ شلوک یا شہدہ درج ذیل ہے :-

”ہتوں ہوں کرت بہائی اددھ اچھا کو کام نہ کینا۔ دھوات دھوات تہہ پتیا سیارام نام نہیں چینا“ ایسا صفحہ ۱۲۰۱ سارنگ محلہ نم گھرہ۔“ جب من ادھو مدھو سو دھو ہر سری رنگ پر میرد ست پر میرد پر بھو اس شہدہ مدھو سو دھو مدھو یعنی بھگوان کرشن کو پریشو۔ لکھ کر اس کا جاپ کیا گیا ہے۔ آد گرنہ صفحہ ۵۳ اشلوک سرکلی محلہ میں خود گورد نانک دیوی ہاراج بھگوان داس دیو کرشن کو سرخند دیو یعنی خدا کے قادر مطلق اور اپنے تئیں کرشن کا داس لکھتے ہیں۔ ایک کرشنم ت سرب دیو ادیو دیوات اتنا۔ اتم سری با سو دیو مے کوئی جانیسی بیو۔ نانک تالود اس سوئی سرخند دیو۔“

سیکھ گورد صاحبان مورتی پوجا کے قائل تھے۔ دسم گورد صاحبان گورد صاحب کو سی گوردی پریشور ان کرے جان گرنہ کی پوجا چلا دی۔“ آپ بھئی اکال کی تھی چلا پونہ۔ سب شیخن کو حکم ہے گورد مانیو گرنہ۔“



گرنفقہ صاحب میں گورو جاکے تعلیم ملاحظہ فرمائیے۔ صفحہ ۴۴ "صفحہ ۴۴" سنگل پدارتھ تیس بے جن گورو ڈٹھا جائے۔  
 گرچرن جن من لگا سے دڈ بھائی پائے۔ گردانا سمرتھ گر۔ گرسب ہی رہیا سمسے۔ گرپر میر پلہ برہم گرد پائے ترائے۔  
 صفحہ ۴۵۔ راگ آسا ملہ ۵۔ سنگر اپنا سدا سمسے۔ گر کے چرن کیس سنگ بھائے۔ گر پوسے کے چرن گئے۔ کوئی  
 جنم کے پاپ ہے۔ گر بن دد جانا میں بھادوں۔ گردانا گرد پائے ناول۔ گر پار برہم پر میر آپ۔ آٹھ پیر نانک جاپ۔  
 صفحہ ۴۵۔ گونڈ ملہ ۵۔ گر پر میر ایکو جان۔ جو تیس بھادے سو پردان۔ گورو میری پو جاو د گونڈ۔ گورو میرا پار برہم گورو  
 صفحہ ۵۸۶۔ راگ ودھنس دار ملہ ۳۔ سو سنگر سیدو سدا بھ جن ہر ہر نام در ڈھایا۔ سو سنگر پو جون سورات جن جگن  
 جلدیش چپا پ۔ صفحہ ۵۸۷ ملہ ۳۔ "انتر تیرتھ گیان ہے سنگر دیا بھائی۔ میل گئی من نریل مویا امر تیرتھ بنائی۔  
 صفحہ ۵۸۸۔ ملہ ۳۔ جن جگ جیون اپدیا تیس گورو کو بوں سدا گھمایا۔ تیس گورو کو بوں کھیناں جن مدھو سوڈن ہر نام سنا یا  
 سکھنی صاحب ملہ ۵۔ "سو سنگر جس رو سے پرناؤ۔ انگ بار گر کے بلجاؤ۔"

صفحہ ۱۱۳۵ بھیر د ملہ ۲۔ ہر کا سنت ہر کی ہر مورت جس ہر دے ہر نام مزار۔ تنک بھاگ ہر دے جس کھیا سو گر  
 نت ہر دے ہر نام سدا۔ صفحہ ۳۶۸۔ گوری بادن لاکھری ملہ ۵۔ گرد پانا۔ گرد پوتا۔ گرد پوسامی پر میرا۔  
 گورو سکھا۔ اکیان بھجن۔ گرد پو بندھپ سہو در۔ گرد پو داتا ہر نام اپدیسے۔ گرد پو مذت نزد میرا۔ گرد پو سانت سدا  
 مورت گورو دیو پاس پر میرا۔ گورو تیرتھ۔ امرت سردر۔ گر گیان جن اپر میرا۔ گرد پو کرتا سب پاپ ہر تا گورو پت پتر  
 کرا۔ گورو دیو آد جگاڈ جگ جگ گرد پو مذت ہر چپ ادھرا۔ گرد پو سنگت۔ پر بھ میل کر کر پام موڑھ پاپی جت لگ تیرا۔ گرد پو  
 سنگر پار برہم پر میرا گرد پو نانک ہر سنگرا۔

صفحہ ۱۳۸۰۔ گونڈ ملہ ۵۔ "گورو کے چرن ر دے ہیں دھارد۔ گر پار برہم سدا نمسکارو۔ بھولے کو گرواگ پایا  
 اور تیاگ ہر بھگتی لایا۔ گر گرتا گر کرنے جوگ۔ گرد پر میرے بھی جوگ۔ گر پر میرا ایکو جان۔ جو تیس پادے سو پردان"  
 صفحہ ۱۸۳۸۔ بھیر د ملہ ۵۔ سنگر کے چرن دھوئے دھوئے پواں۔ گر نانک جپ جپ سدا جیواں۔  
 گرنفقہ صاحب میں سنگل دوں جگ گورو صاحبان کو پر مشورہ مان کر سکھوں کو گورو دوں کی پوجا سکھلائی گئی ہے جس کا نتیجہ  
 ہے کہ آج ہر ایک سکھ گورو دُنکویا گورو دوں کے جسم گرنفقہ صاحب کو الشیور مان کر گورو دوں کا پجاری بنا ہوا ہے۔ یہاں  
 تک کہ خود گورو راجن دیو جی ہمارا جگ گورو نانک صاحب کو پر مشورہ مانتے تھے۔ جیسا کہ آد گرنفقہ صاحب صفحہ ۸۷  
 ملہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ گورو نانک نانک ہر سوئی۔

صفحہ ۱۳۹۰۔ ملہ اسویئے۔ ست جگ تے مائیو۔ پھیلو بل بادن بھائیو۔ تری تے تے مائیو رام رگھو بنس کہا ہو۔ دو اپر  
 کرشن مراری لکھ کر تار تھ کیو۔ اگر سین کو راج اچھے بھگت جن دیو۔  
 کل جگ پر مان نانک گورو انگد امر بھائیو۔ سری گورو راج اچل اٹل آد پڑھ فرمائیو۔

صفحہ ۱۴۰۸۔ سوئے ملہ ۵۔ جوت روپ پری آپ نانک کہا یو۔ تاتے انگد بھو تے سیوں تے تے مائیو۔ بھن  
 مقرر کچھو بھید نہیں گورو راجن پرنکھ پری۔ بھائی گورو اس جی جی کی داروں کو گرنفقہ صاحب کی سبھی کہا گیا ہے۔ وار  
 ۱۰۰۱ میں لکھتے ہیں کہ "نانک نہ بھو نر لکارو سدا سدا کھیا۔ گر سمر مٹائی کا رکھنے کی دیا" انگ روپ  
 دھر پر گشتا ہے اکیلا۔



دار ۱۱۔ ۲۶۔ گورداس غریب تن کا چیلہ۔ جپ جپ تھو تھو سہیلا۔ یوں کرے گرداس پکارا۔  
 ہے سنگر سو ہے ہو ابارا۔  
 دار ۱۔ سنگر باھو نہ بھئے چیر دھرے نہ گر اوتارا۔ گر پریشراک ہے۔ سپا شاہ جگت و بخارا۔  
 دار ۷۔ گر مورت پورن برہم گھٹ گھٹ اندر سورج سچھے۔  
 دار ۹۔ گر مورت پورن برہم ابکت ابنا سی۔ پار برہم گور شبد ہے ست سنگ نواسی۔  
 دار ۱۲۔ "یوں تیرے چو گھنے گور پریشراک جو جائے"۔ ۵۔  
 دار ۲۹۔ گر پریشراک جان۔ گور کھ دو جا بجاو مٹایا۔  
 دار ۲۰۔ گر پریشور جان شبد کیا۔ سادھ سنگت چل جائے سیس نوایا۔  
 حتیٰ کہ دار ۲۱۔ ۱۸ میں بھائی گورداس جی نے گوردارجن دیو جی کو خالق کل مانا اور لکھا ہے کہ "نام دان  
 اشتان درڑھ گر گھ بھائی بتا را۔ گوردارجن سب سرجن ہارا۔" سکھوں میں یہ کھادت ایک ضرب المثل  
 سی بن چکی ہے کہ "گوردو گوبند دونوں کھڑے کس کے لاگوں پائے۔ بلہاری گرا اپنے جن پر بھ دیا ملا۔ یعنی  
 گوردو پریشور سے بھی زیادہ قابل تعلیم ہے۔ کیا میرے سکھ دوست مجھ پر خفا اور ناراض ہونے کی بجائے  
 ان حقائق پر غور فرمائیں گے ؟ اور مانیں گے کہ سکھ مذہب ہندو دھرم سے جدا نہیں۔ بلکہ ہندو دھرم کا پرچار ہے  
 (آریہ گزٹ)

## شیشو بھوشن پنڈت رام گوپال شاستری دیدک سنگر کی بنا کردہ چند ادویات

لوک کہتے ہیں۔ اس کے بڑھنے سے صحت و بدن گرجاتی ہے۔  
 اور دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ ایلوپیتھک علاج میں اپریشن  
 بغیر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ بیماری ایجاد شدہ کو کھلا  
 مقوڑے ہی دنوں میں بغیر اپریشن کے گلے ٹھیک کر دیتی ہے  
 اور صبر کو پوری تندرستی بخشی ہے۔ یہ پچیس سالوں کی  
 آزدہ مجرب دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰ گولی تین روپے۔  
 ششودھنی کریم :- جوانی کے کیل، مہاسے دودھ کرئی  
 ہے۔ چیر کو شندر اور ملائم بناتی  
 ہے۔ قیمت ایک ڈبہ ایک روپیہ۔ فون ۵۱۹۴۴  
 ۵۲۵۵۲

لوک ۱۔ آجکل پیٹ میں گیس پیدا ہونے کی بیماری  
 عام ہے گیس کے بننے سے بد ہضمی، سرچکرانا اور پیٹ کا شنگ  
 کی طرح پھول جانا وغیرہ اس بیماری کی نشانی ہے کئی بار گیس  
 جبکہ دل کی طرف چلی جائے تو مریض کو بہت گھبراہٹ پیدا کرتی  
 ہے۔ مریض یہ سمجھتا ہے کہ میرا دل فیل ہونے لگا ہے۔ حالانکہ  
 اس مرض میں دل کے گرنے کا کوئی خطرہ نہیں ایسی نامراد بیماریاں کہیں لوک  
 گویاں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں قیمت فی شیشی ۱۰ گولیاں ارصائی  
 کوکلا :- آج کل گلے کی سوجن کی بیماری عام ہو گئی ہے زیادہ  
 بچوں میں یہ بیماری عام پھیلی ہوئی ہے گلے کی بیماری کو ٹانسل  
 حلنے کا تہ :- کو میراج کرشن گوپال ایم۔ اے سدھا کر اوشدھالیہ آریہ سماج روڈ دترو باغ دہلی



# بھارت کے روشن ستارے

از لالہ دولت رام پوری بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔

ہندو مسلم کھ عیسائی بھائی بھائی سارے ہیں  
 بھارت ماتا کی آنکھوں کے روشن سمجھی ستارے ہیں  
 قالب ہوں لاکھوں گوانے جان نگر اک رکھتے ہیں  
 درو سے ترپے جب اک بھائی باقی سمجھی تڑپتے ہیں  
 بھارت کی رکھشا کو سارے ہر دم میں تیار کھڑے  
 آن بچائے شان برٹھانے یونے کو قربان کھڑے  
 مفسر کوشش کرے مدانی ان بھائیوں میں چھوٹے  
 منہ کی کھائے پیش نہ جائے اسی ہو جو چال چلے  
 بھارت کی دنیا میں شہرت ان کے دم سے پھیلی ہے  
 پہلی صف میں قوموں کی بھارت نے جگہ بنالی ہے  
 اونچا اونچا راج ترنگا مل کر سمجھی لہراں گے  
 لاج کو رکھنے اس جھنڈے کی سیسے تلک کٹوائینگے  
 پریم نگر میں پریم سے رہ کر مضطر سمجھی کھائینگے  
 شان سلف بھارت کو اپنے بلکر سمجھی دلائینگے



# سیٹھ سے مالی

## امارت کی شان

دہلی میں سیٹھ جو اہرلال اپنی شان کے اکیلے امیر تھے۔ مال و دولت کا کیا ٹھکانہ۔ درجنوں کو بیٹیاں ہندوستان کے مختلف شہروں میں موجود تھیں۔ لاکھوں کا بیوپار ہر سال ہوتا تھا۔ ہندی پرچے جا بجا چلتے تھے۔ خاص دہلی میں بیسیوں مکانات عالی شان ان کے قبضے میں تھے۔ قلعہ شاہی میں آمد و رفت تھی۔ دربار میں معزز امرا میں شمار تھا۔ خُدا نے بیٹا بھی دیا تھا ہونہار۔ نام من موہن رکھا۔ لاڈ سے پالا۔ سیٹھانی صاحبہ اعلیٰ گھرانے سے تھیں۔ غرض کون شامان راحت تھا۔ جس سے سیٹھ جی محروم ہوں۔ زندگی امیرانہ تھا ٹھٹھا بٹھ سے گذرتی تھی۔ اُن کا نام زبانِ نہ خلتی تھا۔ مرد و نیا ضی کا نمونہ تھے۔

II

## قسمت کا پھیر

دن بدلتے دیر نہیں لگتی۔ جاہ و جلال در رفت کی چھاؤں ہے جو دیر کے بعد ڈھل جاتی ہے۔ شو سے قسمت سے ۱۸۵۷ء میں غدر کی آندھی دہلی پر چلی۔ وہ طوفان برپا ہوا۔ کہ خدا کی پناہ۔ لاکھوں لٹ گئے۔ ہزاروں جان و مال سے برباد ہو گئے۔ جس کا جدھر سینک شایا چلا گیا۔ سیٹھ صاحب بھی اُس بلا سے ناگہانی کا شکار ہو گئے۔ دولت ہاتھ سے جاتی رہی۔ مکان گولہ باری کی نذر ہو گئے۔ اس آپادھالی کے عالم میں لوگوں کے گردہ کے گردہ اجیری دروازہ سے باہر نکل رہے تھے۔ سیٹھ جی بہت محنت جگر دسیٹھانی صاحبہ ایک پہلی میں سوار ہو کر بھاگے۔ کہ جان بچائیں۔ رات کا دقت ہو کا عالم۔ خطرناک سفر۔ لیکن سچان پیاری ہوئی ہے۔ سیٹھ صاحب ناز و نعم سے پلے تھے۔ امارت کے نظارے دیکھے تھے۔ خدا کی شان۔ وہ امیر کسیر ایسے جان بڑھکوں کے دقت میں جان کے بچاؤ کے لئے وطن سے بے وطن ہوا۔

## مصیبت پر مصیبت

کہا ہے۔ مصیبتیں ایک ایک کر کے نہیں آتیں۔ سیٹھ جی خدا خدا کر کے دہلی سے بھاگے۔ پر بد نصیبی نے پھیلائے چھوڑا۔ جنگل میں قافلہ جا رہا تھا۔ اچانک ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے اُن گھیرا۔ بہت لوگ بھاگ گئے۔ کئی قابض ہو گئے۔ رانیزوں نے مار مار کر کچر نکال دیا۔ مال و متاع سب چھین لیا۔ سیٹھ جی بھی نزع میں چھین گئے۔ شامت کا مارا من موہن ظالم قزاقوں کے خنجر کا شکار ہوا۔ سیٹھانی صاحبہ ڈر کر بے یوش ہو گئیں۔ سیٹھ صاحب



جواہرات کا ڈبہ بیل میں چھپا کر لئے تھے۔ کہ اڑے وقت کام آئے گا۔ ڈاکوؤں نے دھمکایا۔ تو ڈبہ نکال کر سائے رکھ دیا۔ ڈاکو..... خوش سے پھوٹے نہ سہائے۔ سیٹھ صاحب کو زندہ چھوڑ دیا۔ کچھ دیر بعد سیٹھانی صاحبہ بھی ہوش میں آئیں۔

## تیرتھ یا ترا

بہلی والا ڈاکوؤں کو دیکھتے ہی پہلی چھوڑ کر کانور ہو گیا۔ سیٹھ جی اب حیران کہ کریں تو کیا کریں۔ لت ددق جنکھل۔ راستہ نامعلوم۔ ہمراہی مفقود۔ آنکھوں کے سامنے آنکھوں کے تارے من موہن کا قتل الیہا سا کمرہ جاز کاہ تھا۔ کہ مضبوط سے مضبوط دل دگر وہ کا آدمی ہوش کھ بیٹھے۔ ایسی پریشانی کے عالم میں سیٹھ صاحب کے سامنے دنیا کی بے وفائی کا نقشہ جم گیا۔ دہلی کے گزشتہ دنوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ زار زار رونے لگا۔ مگر کب تک؟ بیٹا پڑے آنسوؤں کی دھارا آدمی کے دل کو تسکین دیتی ہے۔ لیکن دل کا حال عجب ہے۔ گھڑکی میں ماشہ گھڑی میں تولہ۔ سیٹھ صاحب کو تسلی کہاں؟ آخر تیرتھ یا ترا کی سوچھی۔ رام کا نام لے کر روانہ ہو کر بدھاتا کے کھیل!

سیٹھ اور کوچانی۔ دو متضاد باتیں ہیں۔ جس کا کام اُسی کو ساجے۔ بیل چار قدم چلے۔ اڑ گئے۔ نا آزمودہ کوچیان نے چابک دراز کیا۔ اور لگا مارنے۔ وحشی جانور بے تاشہ بھاگے۔ راستہ نامہوار تھا۔ ہنرمند درکار تھی۔ گٹاری کا دایاں پیہ شگاف میں دھس گیا۔ اور اُلٹ گئی۔ سیٹھانی صاحبہ دھم سے زمین پر آ پڑیں۔ سیٹھ صاحب بھی گرتے نہ سنبھلے۔ رسیاں توڑ کر بیلوں نے جنکھل کا راستہ لیا۔ خدا کا شکر چوٹ سخت نہ آئی۔ کچھ دیر کے بعد مصیبت زدہ مسافر اُٹھے۔ اور پیدل چلنے لگے۔ جن پاؤں نے گٹاری سے باہر قدم نہ رکھا تھا وہ خاردار راستوں کی اُلجھن میں گرفتار ہوئے۔

پوچھتے پوچھتے ہر درکار کا رخ کیا۔ کئی روز کی سرگردانی کے بعد اُس بہان تیرتھ کے درشن نصیب ہوئے۔ دل کو ڈھارس ہوئی۔ کہ ہری کے بھن میں زندگی کے باقی دن گزار دینگے۔ ہری کی پوٹری پر پہنچے۔ پنڈے نے تاڑا کہ شکار جاں میں پھنسا چاہتا ہے۔ سیٹھ صاحب کو باتوں باتوں میں اپنے استعان پر لے گیا۔ بڑی آد بھگت کی۔ سیٹھ جی نے اطمینان خاطر سے پنڈت جی کے گھر میں نواس کیا۔ جنکھل میں سیٹھانی صاحبہ جب بے ہوش ہوئی تھیں تو ڈاکوؤں کے دست بردی سے بچ گئی تھیں۔ اُن کے پاس چھپے چھپائے چند زیور رہ گئے تھے۔ پنڈے نے بھانپ لیا تھا۔ کہ مال اچھا ہاتھ آئے گا۔ قیمت سے کام لینا چاہیے۔

## مترکھات

پنڈت جی :- سیٹھ صاحب! آند سے رہیے۔ آپ کا گھر ہے۔ سیوا کے لئے ہر دم تیار ہیں۔  
سیٹھ :- بڑی کرپا ہے۔ ہمارے دھن بھاگ۔ آپ سے بھینٹ ہوئی۔ آپ کے درشن سے من اتی پر سن ہوا۔

پنڈت جی :- ہمارا یہی دھرم ہے۔ یا تریوں کی سیوا ہمارا کھ کر ہے۔ پچھلے سال سیٹھ رومی نندن جی آگرہ نواسی ہمارے ہی گھر میں برا جمان ہوئے تھے۔ کنبھ کے ادھر پر کلکتہ سے کئی دھوان بھدر پرنس ہمارے ہاں ٹھہرے تھے۔



نودار دونوں کے لئے الگ کمرہ آراستہ و پیراستہ کیا گیا۔ رات کو دونوں میں فروکش ہوئے۔ ہر سانس کا موسم تھا۔  
 ہوا بند تھی۔ کمرے کو بند کر کے سونا نامکن تھا۔ دروازے کھلے چھوڑ دئے گئے۔ فکر کا کیا مقام تھا؟ نیند تھی دیا وہاں ہی  
 استحقاق میں براجمان تھے۔ رکھشاکا پر بندھ ضرور کر گئے۔  
 نئی جگہ۔ سفر کی صعوبت۔ ایام گزشتہ کی یاد تازہ تھی۔ سیٹھ جی کا دل گزشتہ واقعات کی پڑتال میں مصروف  
 ہو گیا۔ دیر تک آنکھ نہ لگی۔ ایک بجے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی۔ نیند نے غلبہ کیا۔ اور دونوں مسافر خواب راحت میں  
 موہلو گئے۔ ابھی دو ساعت گزرے تھے۔ کہ مسافروں کے کمرے میں ایک نامعلوم آنے والے کی پاؤں کی آہٹ  
 سُنا دی۔ سیٹھ صاحب گہری نیند میں غرق دہلی کے خواب بے رہے تھے۔ دُنیادینہا کی سُدھ نہ تھی۔ سیٹھانی  
 صاحبہ آہٹ سے بیدار ہو گئیں۔ مگر قبل ازیں کہ لفظ زبان سے نکلے۔ اجنبی کے زبردست پنجہ نے گلے کو کھونٹ لیا  
 سُننے میں کپڑا ٹھونس دیا گیا۔ اور تلاشی شروع ہوئی۔ زیر رات اُتارے گئے۔ گنتی میں تین ہی تھے۔ مگر بڑی دیگ کی  
 کھرچن بھی بڑی ہوتی ہے۔ قیمت میں ہزاروں کا مال تھا۔ اجنبی اپنا کام کر کے چلتا بنا۔ کچھ دیر کے بعد سیٹھ صاحب  
 بیدار ہوئے۔ تو عجیب سماں نظر آیا۔ سیٹھانی جی کی حالت پریشانی کا نمونہ تھی۔ رونے پٹنے لگے۔ اتنے میں نیند تھی  
 آن موجود ہوئے۔ دریافت کرنے پر کوسنے لگے۔ کہ مورکھوں کی عقل ٹھکانے نہیں۔ براہمن کے گھر میں چور کا کیا کام؟  
 ابھی رات باقی تھی۔ دھکے مار کر باہر نکال دیا۔ یہ نئی آنت تھی۔

## راز خوشی

سہارنپور میں لالہ سرمدیال نامی وگرا می ساہوکار تھے۔ دھن دولت۔ جاہ و ثروت کسی شے کی کمی نہ تھی۔ کئی  
 کوٹھوں کے مالک تھے۔ باغات۔ کارخانے درجن سے اوپر تھے۔ ۱۸۷۵ء کا ذکر ہے۔ کہ مانج کے ہیمنہ میں لالہ صاحب  
 موصوف کے ہاں اُن کے دہرینہ دوست شرمیان کرشن کمار جوہری منطقہ نگر ملاقات کے لئے تشریف فرما ہوئے۔  
 میزبان نے معزز مہمان کا پر تپاک استقبال کیا۔ مشہور کوٹھی لالہ زار میں بٹھرایا۔ صبح کا سہمہ تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی  
 بادِ خوشگوار کے جھونکے چل رہے تھے۔ جوہری صاحب باغ میں سیر کر رہے تھے۔ چلتے چلتے پھلواری میں وارد  
 ہوئے۔ جہاں باغ کا مالی انبیاوت پھول کیا ریوں کو سینچ رہا تھا۔ جوہری صاحب کچھ لمبے کے لئے بٹھڑ گئے۔ اور نظر  
 تعجب سے مالی کو دیکھنے لگے تھے۔ ثروت میں پہچان گئے۔ کہ باغبان نرالی وضع کا ہے۔ اُس کے بشرے سے ٹپکتا ہے  
 کہ اُس نے اور قسم کے دن بھی دیکھے ہیں۔ طبیعت میں اُننگ پیدا ہوئی۔ کہ نرالے مالی سے دوچار باتیں کریں۔ پاس  
 گئے اور شیریں کلامی سے یوں گویا ہوئے۔

جوہری:- مالی کب سے یہاں کام کرتے ہو؟ پہلے کہاں تھے؟

مالی:- حضور! سترہ سال سے یہاں پڑا ہوں۔ یہیں کام سیکھا۔ اور لالہ جی کی دیا سے یہیں دن گزار رہا ہوں  
 جوہری:- اس سے پہلے کہاں تھے اور کیا کام کرتے تھے؟

اس سوال کو شکر مالی کے چہرے پر بر وقت طاری ہو گئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور آہ سرد بھر گئی  
 کچھ نہ پوچھے؟

جوہری:- (ہمدردی سے) نہیں مالی۔ گھبراؤ مت۔ میں تمہارا حالات معلوم کرنے میں دل چسپی بتلانے میں کچھ حرج نہیں۔

مالی:- جناب کیا بتلاؤں۔ پرانے دنوں کی یاد پرانے زخموں کو ہرا کر دے گی۔ لیکن آپ ارشاد سرائے آنکھوں پر۔ سنئے!



یہ بوڑھا مالی کسی زمانے میں دہلی کا مشہور سیٹھ تھا۔ غدر کی بادِ خزاں جو چلی اُس کے جاہ و شہرت کا باغ اُجڑ گیا۔ قلعے میں آنا جانا تھا۔ گھروں کے ساتھ گھن بھی پس گیا۔ بے گناہ سیٹھ باغیوں کے زمرے میں شمار کیا گیا۔ اُس کی گرفتاری کے فرمان جاری ہو گئے۔ جان شیریں کو گونا گونا گوارا کر سکتے تھے۔ جب تک بس چلے۔ بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ دیگر مصیبت زدہ بہرانیوں کے ساتھ میں بھی قید خانہ لے کر بھاگا۔ راستہ میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ مال و متاع جو ساتھ تھا لٹ گیا۔ بیٹے کی جان گئی۔ خون زدہ سیٹھ کی کوہِ پراہ لے کر تیرتھ کو چلا۔ پنڈے نے مار آستین کا سلوک کیا ادھی رات کے بعد زیورات جو کچھ چھپے چھپائے ساتھ لے چھین لے اور دھکے دے کر نکال دیا۔ بھٹکتے بھٹکتے یہاں پہنچا۔ لالہ جی کی منت کر کے باغ میں کام کرنے لگا۔ آج آپ اس حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ جوہری کا دل اس داستانِ رقت انگیز کو سن کر پھل گیا۔ کہنے لگے:-

جوہری:- تمہاری سرگذشت قابلِ عبرت ہے۔ سچ کہا ہے۔ ہر کمالے لالہ لالے۔ کہاں سیٹھ کہاں مالی۔ اچھا تباہ کیسے گذرتی ہے۔ خوش ہو یا ناخوش؟  
مالی:- حضور! پرانا مال کی دیا سے ہم بہت خوش ہیں۔ جو بات ہیں اب نصیب ہے۔ وہ کبھی میسر نہ تھی۔ دولت کھوئی جاہ و درتہ گیا۔ مگر ایک لالہ مالِ نعمت مل گئی۔

جوہری:- وہ کیا؟  
مالی:- اطمینانِ قلب۔ حقیقی مسرت، سچی خوشی۔

جوہری:- وہ کس طرح؟

مالی:- جناب! تیس سال تک دولت کے نشے میں غمور رہا۔ دُنیا بھر کے سامانِ راحت اکٹھے کئے۔ کوئی خطِ نفسانی نہ تھا جس سے دامنِ آلودہ نہ کیا ہو۔ مگر شانتی پر اپت نہ ہوئی۔ سالوں اُس کی تلاش کی۔ لیکن بے سود میزاروں روپے خرچ کئے۔ عالی شان کو بیٹھا بناوئیں۔ نرم نرم کھل بچھونے تیار کئے۔ مگر پرانا مال کی پیاری نیند ان آنکھوں کو نصیب نہ ہوئی۔ قسم قسم کے لذیذ کھانے کھائے۔ پر سچی بھوک کا منرا میسر نہ ہوا۔ سنیکڑوں کو کر چاکر مقرر کئے۔ حکومت کے نشے میں سالوں سرشار رہا۔ لیکن فکر و بے اطمینانی کا کانٹا دل سے دور نہ ہوا۔ اس کے مقابلہ میں یہ غریب مالی دُنیا کی دولت دیکھ کر حقیقی خوشی سے وصال حاصل کر چکے۔ باغ میں لوز دس بارہ گھنٹے کام کرتا ہوں۔ وہ بھوک لگتی ہے۔ کہ زبانِ ذکر کرنے سے قاصر ہے۔ نیند کا آئندہ آئے۔ گویا سورگ کے سکھ کی تصویر دیکھ رہا ہوں۔ دھرم لپنی کے ساتھ سکھ اور شانتی سے باغ کے بھوپڑے میں دل گذار رہا ہوں +

دھن تھا۔ سکھ کی تلاش کی۔ نصیب نہ ہوا۔  
دھن گیا۔ کام نصیب ہوا۔ سچی خوشی پر اپت ہوئی +

نثری ساکھنی صاحب (ادب) حصہ اول۔ ترجمہ و تشریح: حکیم ایلداس مظفر۔ گیان۔ بھکتی اور دیراگ کے کرہ نیتِ آئندگی زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ کتابی سائز ڈیڑھ سو صفحات۔ قیمت مرن ایکرو پیہ محصولہ ۱۲/۱۱/۱۱۔  
صلنے کا پتہ:- بہنر رسالہ ادم اجیری گیٹ دھلی-۶۔



# دورِ خزاں کی بات

از قلم: ڈاکٹر راج بہادر دورما راز بریلوی

کیوں چھپرتی ہے بادِ صبا گلستاں کی بات | کھل جائے بیوجہ نہ کہیں باغباں کی بات  
ابتک رہی جو خلق کے دہم و گماں کی بات | کھود دہی نہ میر، دلِ رازداں کی بات  
سُنتا نہیں ہوں اس لئے میں دِلستاں کی بات

دل میں رُفیع عام کا کس کے خیال ہے | رو کے بُرائیوں کو یہ کس کی مجال ہے  
افلاس و بیکسی کا وہ فرسودہ حال ہے | جس سے سنبھلنا قوم کی حالتِ محال ہے  
کڑوی سی لگ رہی ہے ہیں مہربان کی بات

باغِ جہان میں عیش کے چرچے کہاں رہے | ان خصوصیت کے دہریں درجے کہاں رہے  
جو دوسخا کے نام پہ خرچے کہاں رہے | رسم و رواج کیلئے صرفے کہاں رہے  
سُنتا ہے کون غم سے بھری داستان کی بات

صحنِ چمن میں نالہ و شیون ہزار کے | لائے قریب کھینچ کے پھر دینِ بہار کے  
شرم و حیا نے رکھ دیئے پردے اُتار کے | نغمے بولنے چھڑ دیئے وصلِ دِپیار کے  
بہانی گسیکورا کیوں دورِ خزاں کی بات



# اوم کے پرمیوں کا حلقہ ست سنگ

اوم کے کسی پرمی کو دید۔ ادیشد۔ کھٹ شامتر۔ بھگوت گیتا اور خاص طور پر  
یگ اور دیدانت کے کسی مسئلہ پر وضاحت یا تشریح کی ضرورت ہو یا کوئی بھی روحانی  
مسئلہ درپیش ہو تو وہ اپنا سوال مختصر الفاظ میں بیان کر کے میرے پتہ پر بھیج دیں۔  
اوم کے صفحت میں ست سنگ کے ضمن میں جواب درج کر دیا جاوے گا۔  
پتہ :- دیوان پنڈی داس چوڑہ۔ ۶۹ - پٹیل نگر دلیٹ - نئی دہلی ہنر ۱

روحانی منازل بے منی ہو جاتے ہیں۔

سوال :- جب پرانا مسردیا پک ہے اور جیوں بھی  
دیا پک ہے۔ تو جو کو اس کا گیان کیوں نہیں ہوتا ہے۔  
جواب :- آپ لفظ "دیا پک" کے معنی سمجھنے کی کوشش  
کریں۔ پرانا مسردیا میں اسی طرح سے دیا پک ہے  
جس طرح سے کہ ہر ہر میں پانی دیا پک ہے۔ چھوٹی میں  
لکڑی دیا پک ہے۔ جو آتما میں پرانا مسردیا اس طرح سے  
دیا پک نہیں ہے جس طرح سے کہ ایک سچوں دستوں  
ایک سوکھم دستو دیا پک ہی جاتی ہے۔ جو آتما اور پرانا  
دراصل ایک ہی دستو کے دو مختلف نام ہیں۔ دراصل  
دونوں ایک ہی ہیں۔ اور دیا کے کارن دو معلوم ہوتے ہیں۔  
گیان جو جانے پر یہ بصر دور ہو جاتا ہے۔

سوال :- بھگوت گیتا کی مقدم تعلیم یہی ہے کہ شکام  
کرم کرو۔ لیکن کسی مقصد یا عا کے بغیر کس طرح سے  
کوئی کرم ہو سکتا ہے۔

جواب :- شکام کرم سے مراد ایسا کرم ہے جس میں  
کوئی ناکارہ تائین کا اسیماں نہ ہو دے۔ اس میں اس کی  
اپنی کوئی ذاتی غرض نہ ہو دے۔ اور کامیابی یا ناکامیابی

سوال :- شرید بھگوت گیتا میں بھگوان کرشن فرماتے ہیں  
کہ جب جب دھرم کی نگاہی ہوتی ہے۔ میں دھرم کو سچاپن کوئے  
کے لئے اور سادھو جنوں کی رکشا کے لئے اوتا دھان کرتا  
ہوں۔ لیکن اس میں کیا خوبی ہے کہ پہلے تو وہ خود ہی دھرم کو  
پھیلنے کا موقع دیتے ہیں۔ اور صرف اس وقت حرکت میں  
آتے ہیں جبکہ دھرم کی نگاہی ہو چکتی ہے۔ یہ تو گویا وہی  
بات ہوئی۔ ایک پولیس افسر پہلے چوروں کو موقع دیتا ہے  
کہ نقب زنی کریں اور جب وہ کر چکے ہیں تو ان کی گرفتاری  
عمل میں آتی ہیں۔ انریامی بھگوان سے تو ایسی توقع نہیں  
ہونی چاہیے +

جواب :- شریمان جی - جو کچھ بھی قدرت میں ہوتا  
ہے وہ خاص نیم کے انوسار ہوتا ہے۔ جب بھی سخت گری  
کا زور پڑتا ہے تو وہی گری سمندر سے ادا کیج کر لاتی ہے  
اور مونسوں بارش پیدا کرتی ہے۔ اگر پہلے گری کا زور  
نہ ہو دے تو بادل بھی نہیں آ سکتا ہے۔ یہ تو بھگوان کا  
اینا نیم ہے۔ اب وہ اس نیم کو کیسے ادا کھن کر سکتا ہے  
تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ بھگوان خود ہی انسان کو غلط آئے  
جانے ہی نہ دے۔ لیکن یہ تو بھگوان کی کرپا ہے۔ کہ  
اس نے ہمیں آزادی فعل عطا کر رکھی ہے۔ اگر آزادی  
فعل نہ ہو دے تو پھر تو تمام دھرم اور اخلاق اور



ہیں۔ وہ اُس سے بھی زیادہ تاریک دنیا میں ہیں۔ دیکھو اس دقت دنیا سائنس کی ترقی کی وجہ سے خود کشی کی طرف مائل ہے۔ گویا دویا سائنس ہی اُس کی بنیادی کامیابی ہو رہی ہے۔ سائنس کی ترقی سے بھی پہلی جہالت کی حالت میں تو نسل انسانی کو اتنا خطرہ اور اضطراب نہ تھا

## ”حب وطن“ شری ساجن بھارتی

اے ہی بھائی سے تو مصروف جنگ کیوں ہے  
بدلتا ہوا وطن کا یہ تیرے رنگ کیوں ہے  
خداات میں بیا یہ طوفان درد کیوں ہے  
پرہیز یہ نرا ہم سامان درد کیوں ہے  
قوم و وطن کے سیدار غدار ہوئے ہیں  
افسوس ایسا رہنے۔ اغیار ہوئے ہیں  
زید و بکر کا ماں۔ تیرا وطن بنا ہے  
زراغ و زغن کا مسکن۔ تیرا چمن بنا ہے۔  
یہ ماتر بھومی تیری ”ون بھومی بن نہ چلے  
جون کا تیرے ساتھی محرومی بن نہ چلے  
عزت وطن کی رکھ لے، حب وطن دکھا دے  
قوم و وطن کی خاطر۔ ساجن پوہا سے

## ”رام راج“ از مورا پیرالال رائے

میری پلکوں پہ اب اشکوں کے موتی کیوں نہیں آتے  
میرا سینہ محبت کی حرارت سے ہے کیوں خالی  
زباں محروم کیوں ہے عشق و الفت کے ترانے سے  
میں امیدوں، دلاسوں سے بھل جاؤں یہ ممکن  
میں آسائشوں کی رنگینی میں غافل ہو نہیں سکتا  
وہ راہیں اور وہ دن جو ہیں سرمایہ محبت کا  
مجھے وہ دن بھلاتے ہیں۔ وہ راہیں یاد آتی ہیں  
وہ دُنیا جس میں ہو دھرتی کے پالنے والی کی بھگتی  
وہ دُنیا جس میں کہ مظلوم انسانوں کی سیوا ہو  
وہ دُنیا پیار ہو جس میں، وہ دُنیا عشق ہو جس میں  
وہ انسان یاد آتے ہیں وہ دُنیا یاد آتی ہے!!

دونوں اُس کے لئے یکساں یوں۔ کرم کرنے والا اپنے  
آپ کو عالمگیر روح کا ایک محض آلہ کا تصور کرے۔  
اور اپنی شخصیت یا انفرادیت کو مکمل طور پر پرمانہ  
کے آدمین تصور کرے۔ ایسا کرنے سے وہ کرم بندھن  
سے آزاد رہے گا۔ اُسے ہر حال میں مکمل شانتی اور سکون  
قلب حاصل ہوگا۔ نیشکام کرم کرنے والا کا مقصد اور  
مدعا صرف اپنی انفرادیت کو مٹانا ہے۔ تاکہ اُسے کرم بندھن  
سے مکمل آزادی ہو سکے۔

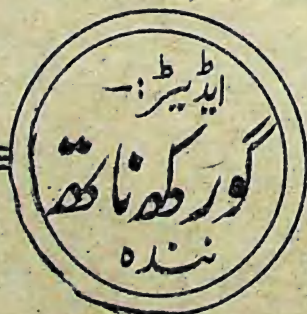
سوال :- ایش ادیشد کے نوں منتر میں آیا ہے کہ  
جو لوگ اودیا میں غلطان ہیں وہ تو تاریک لوگوں میں جا چکے  
لیکن جو لوگ ددیا میں غلطان ہیں وہ ان سے بھی تاریک  
لوگوں میں جائیں گے۔  
جواب :- اس منتر کا ارتھ پنڈت لوگ مختلف بیان  
کرتے ہیں۔ میں اس کی تشریح ایک حکایت سے کرتا ہوں۔  
ایک یونانی فلاسفر نے اپنے شاگردوں سے کہا  
کہ تمام دنیا بیوقوف ہے۔ تو ایک منجھٹا گردنے کہا  
کہ جناب آپ بھی تو دنیا میں ہی ہیں۔ کیا آپ بھی بیوقوف  
ہی ہیں۔ استاد نے جواب دیا کہ ہاں اس میں کیا شک  
ہے۔ واقعی میں بھی بیوقوف ہی ہوں۔ پھر اُس شاگرد نے  
پوچھا کہ جناب اب ہم میں اور آپ میں فرق ہی کیا رہ گیا ہے  
میں اُس یونانی فلاسفر نے کہا کہ فرق تو اب بھی زمین آسمان  
کا ہے۔ پوچھا کہ کیا فرق ہے؟ استاد نے جواب دیا میں جانتا  
ہوں کہ میں بیوقوف ہوں۔ لیکن تم کو اتنا بھی پتہ نہیں ہے  
کہ تم بیوقوف ہو۔ تو کین ادیشد کے لفظوں میں ”جس کو  
کچھ معلوم نہیں ہے اُسے کچھ معلوم ہے۔ اور جسے کچھ معلوم ہے  
وہ کچھ نہیں جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آخری منزل  
تو ہر قسم کے غند سے پر ہے۔ ابتدا جہالت اور غیبت  
دووں سے پر ہے۔ جو لوگ SCIENCE (ادب) میں  
پہنچنے پرے ہیں وہ ایک گونہ تاریکی کے عالم میں ہیں  
اور جو لوگ SCIENCE یعنی دویا میں پہنچنے پرے



روحانیت کے بلند ترین ایفالات کا پرچار  
رسالہ "اوسم" دہلی کا



بابت ماہ اگست ۱۹۶۱ء





خاص ادم کے کرشن نمبر مکیہ

کوی لوک ناتھ دل

# دھرم سستی

کنس کی کاڈا گار میں جنم سے پہلے جب پار برہسم پر میثور نے جیتر کج روپ سے درشن دیتے تو دیو کی نے اس روپ الوپ کی اس پر کاڈا سستی کی جس کا آج بھی نثری کرشن جنم اسٹی کے شبہ اور سر پر بھگت جن گان کرتے ہیں۔

بھتے پرگٹ سریشور بن کملیشور  
 دیو کی ہر شانی چھپی من بھائی  
 دو نین منوہر سدھا سرور  
 مکھ کج اتی سندرنیل کلیو  
 شکھ چکر گدا، پدم لئے  
 نین کٹورے بھس کے پیئے  
 کو مل تن گھٹ پیام گھٹا  
 روپ الوپ کی و دیو چھٹا

(۲)

پٹ پیت لسنٹی، اروسے جینتی  
 پر یہ کرٹ مکھ پر، کالی لٹ پر  
 او بچل اوشی، و شو پر کاشی  
 گو پیتی، گو سوامی۔ انتریامی  
 سر نرنمنی جن من ہاری  
 کوٹی رومی ششی بلہاری  
 سستی کی بہو بدھی بھاری  
 اوتارن کے اوتاری



(۳)  
 جے جے سکھ ساگر بھون جاگر شو بھسا ساگر رما رمن  
 جے جے بھئے بھنجن موہ گنجن جن من رنجن ، جگ موہن  
 جے جے جگ نندن ، سر ارجنن اسر نکتدن ، اگھ ہاری  
 جے جے سکھ کاری ، دین متکاری گو دوج رکشا برت دھاری

(۴) رام  
 یوگی منی نارد ، شیش وشارد وید پوران بھسان کریں  
 شرتیاں تھک جاویں پار نہ پاویں پرتی کھشن تو گن گان کریں  
 ہو تمہیں کرپال ، پریم دیال کیسے یہ وشواس کروں  
 رہے پرمانند ! آئندہ کند ! دیا کر وتب دھیر دھروں

(۵)  
 بن کر ششوبال ، کر و نہال بولی تت کھشن مہتاری  
 مکھ پیارے چوموں ہر ت جھوں دل میں ابھلا شا بھاری  
 گو لوک و ہاری ، لیل دھاری ادھروں پر مسکان دھرو  
 تتلا کر لو، ات ات ڈولو دودھ استھن سے پان کرو





# شری کرشن بزم



از شری جگن ناتھ کھنڈہ صفی۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ برہما بن تواسی

سہ رہے تھے آفتیں زندانہ خانہ میں عظیم  
کس طرح اس کو بچائیں سوچتے تدبیر تھے  
اپنے ہی ہاتھوں سے گویا کھونچکے تھے اپنی انش  
اندر ہی اندر یہ غم تھا ان کے دل کو کھا رہا  
کس کے ہاتھوں سے اب مولود یہ اپنا بچا  
سوچتا تھا موت میری آرہی ہے اب تو یہ

دیو کی بددلو جی تھے قید خانہ میں مقیم  
آبد مولود ہشتم سے زبس دنگیر تھے  
سات بچے کر چکے تھے اب تلک وہ نذر کس  
سوچتے تھے ہے وہی پھر وقت نازک آ رہا  
روز و شب کرتے تھے اب وہ الیشور سے التجا  
کس کی حالت اُدھر تھی ہو رہی نا افسانہ بہ

از خیال حمل ہشتم لرزہ بر اندام تھا  
چلن تھا دن کو نہ اُسکورات کو آرام تھا

رات دن رہتا تھا وہ مصروف اس ہی ذکر میں!  
آسمان پر پھار ہی کالی گھٹا گھن گور تھی  
سُکرا دیتی تھی بجلی لگا ہے لگا ہے بالیقسن  
پر رہی تھیں بوندیاں بھی اور بوا کا زور تھا

تھیں گذرتی جا رہی گھڑیاں بس اس ہی نگر میں  
اشٹمی تھی کرشن بھادوں کی شب دیو رتھی  
تھا اندھیرا گھپ نہ دیتا تھا دکھائی سمجھ میں  
بادلوں کی گرنج تھی یا وہ پر لے کا شور تھا

تھی دُرود شام سندر کی مبارک وہ گھڑی  
ہو گئی پُر نور یکدم تیسر کی وہ کوٹھڑی

اور گہری نیند میں مدہوش وہ سب ہو گئے  
ہو گئی حیران و ششدر اور کچھ گھبرا گئی  
اُس پر بھو جگدیش کو اُس سرو شکیماں کو  
چتر بیج مورت مندہرا، موہنی سندر سُرپ  
قید خانہ میں ہیں آئے کس لئے پریشور  
اور پھر مشک شری چرنوں پہ وہ دھرنے لگے

پہرہ دالے راکشس سب تان لمبی سو گئے  
دیکھ کر اک ددیہ جیوتی کوٹھڑی میں دیو کی  
اتنے میں بس دیو نے دیکھا کھڑے بنگوان کو  
وہ چھپی انکی الوکک کا نئی ان کی الوپ  
سوچتے تھے ہم کہاں اور یہ کہاں جگدیشور  
ہو کے منت مشک وہ انکی اُشتی کرنے لگے

ہے پر بھو جگدیشور ستار کے رکھشک میں آپ  
دین دھیموں کے سہائی جگت کے پالک ہیں آپ



ہیں سُردوں کو دینے والے آپ ہی ادبچی گئی  
کھڑکیں کھاتے ہیں اور پاتے ہیں وہ سنتا ہے  
چاند اور سورج کو ہیں پرکاش دیتے آپ ہی  
اپنے بھگتوں پر دیا لو ہیں اتنی کربال ہیں

تیت پاؤں بھگت و تسل آپ ہیں مایا پتی  
ہو کے موہ دش بھول جاتے ہیں پرانی آپ کو  
پریم نایک ہیں اکھل برہمانڈ کے بس آپ ہی  
دُشٹ اتنا چاریوں کے نیٹے آتے کال ہیں

اتنے میں بولے پر بھولس اب سماں نہ کھوئیے  
کام کرنے کے لئے بس سادہ خان اب ہوئیے

اور کینا کو جسودا کی یہاں لے آئے  
بُدیو کو کل کے لئے تیار اُدھر ہونے لگے  
چل پڑے لیکر انہیں بیدیو بھی ہو کر نظر  
اور آہنیچے وہیں پھیلا کے پھن نالیش بھٹ

نند جی کے گھر مجھے گوکل میں اب پہنچا ہے  
پھر شیشو نو جات کی بھانٹی پر بھورونے لگے  
قید خانہ کے وہیں پر کھل گئے قفل اور در  
جمناجی میں کر دیا پھر آپ نے پردیش بھٹ

دیکھتے ہی دیکھتے جمناجی میں چل پڑھنے لگا  
ادر دھیرے دھیرے اب اُدپر کو وہ چڑھنے لگا

سوچتے تھے ہم تو ہیں شاید بھنور میں گئے  
اب بچاؤ کے لئے بچہ کے چارہ ہی نہ تھا  
چرن نیچے کر دیے جمناجی کو چھوٹے کیلئے  
ہو گیا پایا اب اور آگے بڑھے بیدیو جی

اس نئے خطرہ سے اب بیدیو جی گھرا گئے  
ہو گئے بالکل دُش اور سوچتا کچھ بھی تھا  
بھانپ لی صورت وہیں الشوری پر بھول گئے  
پھر گیا پانی اُتر جمناجی فوراً اے صفی

پار اُسکو کر کے وہ گوکل میں آہنیچے شتاب  
نند کے گھر آ کے کی تمہیل ارشاد جناب

ادر اُس کے پاس سے لی کینا چمکے اٹھا  
آن پہنچے قید خانہ میں وہ نیر دِیو کی۔  
سرلیا بالکل یقین مشکل جو تھی حل ہو گئی  
کینا معصوم سے وہ خوف کھا سکتا نہیں  
سو گئے وہ بھی مزے سے خوب ہلوتا اب

پاس لاشمت کے دیا فوراً شیشو اپنا لپٹا  
نیکے اس کو سوئے متھرا چل پڑے بیدیو جی  
کینا کو بیکے انکے ہاتھ سے خوش ہو گئی۔  
کنس اس پر ظلم کوئی اُبتوڑھا سکتا نہیں  
پہرہ والے راکشس تھے نیند میں غلطان سب

صبح ہوتے ہی خبر یہ کنس موڈی کو ملی  
اب کے بے بیدیو کے گھر کینا پیدا ہوئی

سوچ دِل میں اُس کے بدھ کر نیکی دہ کرنے لگا  
اس لئے مجھے بھیبت تھا وہ دل ہی دِل میں گیاں  
دیو کی سے آن کر بولا عجیب لکھار میں!

آٹھواں بچہ سمجھ کر اُس سے وہ ڈرنے لگا  
کینا بیشک ہے وہ لیکن ہے بچہ اٹھواں  
بس اٹھا اور آن پہنچا بھٹ دہ کال گاریں

رات کو بچہ ہوا پیدا ہے جو وہ لائیے  
ہاں ذرا صورت تو اس کی اب مجھے دکھائیے



دیو کی بولی کہ یہ اک کینا معصوم ہے | ڈر نہیں کچھ اس سے بھائی آپکو معلوم ہے  
 کینا بکیں ہے یہ اک عجز کی تصویر ہے | آپ ہی بتلائیں کیا اسکی بھلا تقصیر ہے  
 سات بچے میں نے تیرے آپ آگے دھریئے  
 دہم کی ویدی یہ تیری آپ قرباں کر دیئے  
 اب نہ اس بچی کو مار دھائی ہے میری پکار | اسکی جان بخشی کر دو، ہوں مانگتی یہ بار بار  
 کنس کے دل پر نہ لیکن کچھ ہوا اسکا اثر | ہو رہی دیوانگی طاری تھی اس پر سرسیر  
 کینا کو ہاتھ میں بیکر پٹک ڈالا دیں | دیو کی یہ دیکھ کر پھر کئی بک رہ گئیں  
 اڑ گئی آکاش کو وہ کینا فوراً صفی | صورت آکاش بانی اس طرح کہنے لگی

پوش کر تو پوش کر اب بھی سنبھلے بے جا  
 مارنے والا ہے تجھ کو کنس پیدا ہو گیا  
 چار روزہ زندگی کو اب نہ تو برباد کر | مار تو لگا اپنے دشمن کو نہ یوں دل شاد کر  
 کنس کے دل پر ہوا اکھٹات شکریات یہ  
 مار وہ مجھ کو سکیگا۔ کس کو بے ادقات یہ  
 کیا بگاڑ لگا بھلا میرا وہ طفل شیر خوار | دھاک ہے طاقت کی میری میں ہوں مرد کا زار  
 جتنے نواسیدہ بچے ہیں سبھی مرد اؤنگا  
 اور ادھر تو کل میں جب لوگوں نے یانی خبر  
 آگئے خور و کلاں سب مرد و زن اے آگئے  
 نند کے گھر ہو گیا آئند سب کہنے لگے  
 شادیاں اور باجے ہر طرف بھنے لگے  
 اک سمندر تھا خوشی کا مارتا ٹھٹھیں ہاں  
 تھا یہی نند و تسو، خوشیوں کا بحر بہکراں  
 تھی یہ آمد نند نندن مری دھر گویاں کی  
 جگت و تسل شام نند اس پر بھوک پال کی

نوٹ :- یہ پریم ماہ اگست اور ستمبر دو ماہ کا تصور کیا گیا ہے۔ ماہ ستمبر کا کوئی علیحدہ  
 پریم شائع نہیں ہوگا۔ ماہ اکتوبر کا پریم یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء کو شائع ہوگا۔

منیر "ادم" دہلی



# رکشا بندھن اور جہنم اشٹمی

از قلم: شری فتح چند جی نسیم

رکشا بندھن ہمیشہ (دشراون) باس کی پورناشی کو منایا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسے شر اول بھی کہتے ہیں۔ نیز اس کا نام سلونو-اپاکرم (ڈیگو پوٹ کے سنسکار) رکھی اور رشی ترپنی بھی ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ اس شہجہ اور پوتر دن بہنیں اپنے بھائیوں کو رکھی باندھتی ہیں۔ اگر باہر ہوں تو داک سے بھجاتی ہیں۔ اس روز برہمن بھی اپنے بھائیوں کو رکھی باندھتے اور ان سے دان میں کچھ نہ کچھ لیتے ہیں۔

یہ کون نہیں جانتا کہ سدا چار کا ادھار نر ناروں کے پوتر و چاروں اور نسیم پر منحصر ہے۔ اس لئے یہ تیوہار اس پاکیزہ محبت اور سچے پریم کو سور کھشت رکھنے کے لئے ہی منایا جاتا ہے۔ جن عورتوں یا مردوں کا اخلاق نشٹ ہو جائے۔ سماج اور دلش میں وہ پلیگ زدہ چوہے اور زہریلے سانپ سے بھی بڑھ کر خطرناک ہوا کرتے ہیں۔

رکشا بندھن کا حقیقی مقصد یہ ہے۔ بہنوں کی عزت و آبرو۔ مال و جان کی حفاظت کا ہر سال عہد تازہ کیا جائے۔ دیوان تصور کا یہ ٹہنا بالکل درست ہے۔

مجھے یہ لازم ہے میرے بھائی حفاظت میری ہو۔ رکشا بندھن مجھے یہ فرض جانے آیا ہندوستان کی تاریخ میں لپکا لپکا کر کہہ رہی ہے۔ کہ یہی وہ کچھ مانگے تھے۔ جو شہنشاہ ہمایوں کو ایک مظلوم راجپوتی رانی کی حفاظت کیلئے کنگال کا میدان جنگ چھڑا کر راجستھان کے ریگستانوں میں لائے تھے۔ اُس زمانہ میں اگر ریلیں اور ہوائی چار ہوتے۔ تو یقیناً ہمایوں اپنی ہندو بہن کی امداد زیادہ تیزی اور آسانی سے کر سکتا تھا۔ مگر افسوس ایک طویل مسافت کے سبب وہ وقت پر نہ پہنچ سکا۔ اتنے میں بچاری رانی اپنے منہ بولے بھائی ہمایوں کا راہ دیکھتے دیکھتے مسلمان حملہ آور کے ہاتھوں پڑنے کی بجائے موت سے ہنگام ہو چکی تھی۔ اگر ہمایوں کو اپنی کوششوں میں ناکام رہنے کا از حد رنج ہوا۔ تاہم حملہ آور مسلمان نواب سے رانی کا تعلق پھین کر اُس کی اولاد کو داپس و لا دیا۔ یہی چند تاریخ یقیں۔ جو اورنگ زیب کی ہندو رانی نے اور چھپے کے راجکار چھتر سال کو بھیج کر اپنے سہاگ کو اُسکی بہن کے دار سے بچا لیا تھا۔

جھانسی کی بہارانی لکشمی بانی نے بھی ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے دوران نواب باندہ کو رکھی بھجوائی۔ جس کے پیچھے پر نواب موصوف نے بھی جنگ مذکور کی آگ میں کود کر



انگریزوں کو خوب لوہے کے چنے چوائے اور اُن کے دانت کھٹے کئے تھے۔  
 منلیہ سلطنت کے آخری تاجدار ظفر بادشاہ کے دادا سے لیکر اُس کے زمانہ تک ایک ہندو گھرانہ  
 کی دیویاں راکھی رسم ادا کرتی رہیں اور یہ بادشاہ اُنہیں دل کھول کر زور و زور سے مالامال و نیال کرتے رہے  
 مگر گردش زمانہ سمجھے یا شومئے تقدیر کے کرشمے۔ کہ ہندو مسلمانوں کے یہ پاکیزہ رشتے  
 انگریزوں کے زمانہ میں درہم برہم ہو گئے۔ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ ایک دوسرے کے خون  
 کے پیاسے بنے اور اپنے پیارے دیش کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

اس سے بڑھ کر یہ ریاکاری، ناقابل معافی اور ناقابل برداشت کے زمانہ کی آنکھوں  
 میں دھول جھونکنے کے لئے اکثر طالب و مطلب بہن بھائی کے پوتر بندھ کی آڑ میں شکار کھیلتے  
 ہیں۔ ہمارے ملک۔۔ کے ریفارمر اور سماج سدھارک سب سے شاید اس وقت اس طرف  
 دھیان دیں گے۔ جب پانی بے حد سے گزر جائیگا مگر سہ

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

اس بار راکھی کا یوم ارشاد نئی بجائے بھادوں کی چار مطابق ۲۴ اگست ۱۹۹۱ء کو ہے۔

## دوسرا سوچیم ایشی

رکشا بندھن والی شرادھ پورنما کے بعد بھادوں کی ایشی کے روز منایا جاتا ہے۔

بقول ہتہ امرنا تھ صاحب موہن (بی۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈ وکیٹ) سہ  
 بھگوان کرشن کا پوا جس رات کو ظہور ہوا۔ اُس رات کا ہے نام جنم ایشی کی رات  
 (اس بار یہ دن یکم ستمبر ۱۹۹۱ء کو ہے)

وہ زمانہ ہماری آنکھوں دیکھا زمانہ ہے۔ جب بھگوان کرشن اور اُس کی لیلادوں کا مفک سر بازار  
 اڑایا جاتا تھا۔ اور مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادگان کھلے طور پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ لیکن پھر ایک  
 ایسا زمانہ آیا کہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا نے بھگوان کرشن کی عظمت اور اُس  
 کی گیتیا کا فلسفہ بسوچیشم قبول کیا۔

آج اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس قدر عزت و احترام ہر ملک میں بھگوان  
 کرشن اور گیتیا کا پایا جاتا ہے۔ اُس کے مقابلہ میں کسی اور اتاریا ہا پیرش کا دکھائی نہیں دیتا۔ بیشک  
 بھگوان رام کی عزت و منزلت بھی دوسرے ادھاروں سے کم نہیں۔ مگر یہ دونوں ادھار کھٹری دیش  
 سے تھے۔ حالانکہ ورنہ، دوستوں کے انوسار کیبول ہر پیموں میں کسی پدیدی سب سے اونچی مانی جاتی ہے  
 پھر بھی بڑے سے بڑے برہمن دیوتا رام اور کرشن کے پاسک اور پجاری ہیں۔ اور ان دونوں کی جوتی



کی پوجا دل و جان سے کرتے ہیں۔

بھگوان کرشن نے خواہ اتنی برس کی عمر پائی تھی۔ تو بھی ہر جگہ اس کی تصویریں بال ادستھا کی ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ خوبی کس قدر قابل ذکر ہے۔ کہ بھگوان کرشن کے نگ بھگ ستر نام ہیں زمانہ دراز سے ہر ہندو پر یواریں رام اور کرشن کے ناموں کی بھر مار پائی جاتی ہے۔

اگرچہ آریہ سماجوں کے ہر چار سے ناموں کی دنیا میں بہت حد تک پریورتن و انقلاب آچکے۔ تو بھی کسی نہ کسی پہلو رام اور کرشن کے ناموں کی ہما تھا بدستور قائم ہے۔

تاریخ ہند کی رد سے بھگوان کرشن کا زمانہ آج سے پانچ ہزار برس پہلے کا تسلیم کیا گیا ہے یہ درست ہے یا غلط۔ اس بات سے میر دست کوئی بحث نہیں لیکن یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے۔ کہ بھگوان کرشن کی تعلیم آج تک تمام دنیا کے لئے شعل راہ بنی ہوئی ہے۔

بھگوان تلک۔ پوگرراج اردن گھوش۔ ہاتما گاندھی، شریتی اپنی لبت۔ چکر دتی راج گپا۔ آچاریہ وغیرہ نے مختلف زاویہ نگاہ سے گیت کا فلسفہ سنار کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ کس قدر مزے کی بات ہے۔ کہ اکثر طبقوں میں ضرورت و وقت کے مطابق ہتھیار سمجھانا، گیت کی تعلیم کے پرم دھرم مانا گیا ہے۔ لیکن ان کے برعکس ہاتما گاندھی نے "عدم تشدد" پر اپنا عقیدہ گیت کی بنیاد پر ہی رکھا تھا۔

ہاتما گاندھی کے جانشین پنڈت جو اہر لال ہنر دھبی گیتا کی عظمت اور ہر دلخیزی کا اثر گہرے طور پر اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

جب لارڈ کرزن نے بنگال کے بوارہ کا اعلان کیا تھا۔ تو بنگال کے نوجوانوں نے یہ بوارہ کسی قیمت پر بھی قبول نہیں کیا تھا۔ اس لئے بوارہ کی تیسخ کے لئے انہیں صرف ہی ایک راستہ سوچنا پڑا کہ وہ بھوں کے ذریعہ انگریزی راجہ کی جڑیں پلا دیں۔ چنانچہ رولٹ صاحب نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا کہ بنگال کے انقلابی نوجوانوں کو گیت کی تعلیم کے زیر اثر شہید ہو جانے پر آمادہ کیا گیا۔ وہ جب کسی انگریز کو موت کے گھاٹ اتارنے کے جرم میں پھانسی پر لٹکائے جاتے تھے۔ تو وہ گیت کو اپنے گلے میں لٹکائے ہوئے ہوتے تھے۔

مولانہ ظفر علی نے بھی ایک بار یہ ارشاد کیا تھا کہ  
اگر کرشن کی تعلیم عام ہو جائے  
تو کام فتنہ گردوں کا تمام ہو جائے  
اب اس سے زیادہ مزید عرض کرنا بے سود ہے

اب تو چلتے ہیں بت کدہ سے میر  
پھر ملیں گے۔ سرفدا لایا

جینر ایلین کی روحانی کتاب حقیقی آئندہ کا راستہ۔ روزانہ مطالعہ کیلئے مفید کتاب ہے۔ قیمت (۱/۸)۔ ملنے کا پتہ

دستور سادہ ادم اندرون انگریزی گیت۔ دہلی۔



# ضروری ضروری ضروری

کوئی بیمار ہے .....  
ضروری خبر بھیجنی ہے!  
اسے "پرائی" "تار" سے بھیجئے

بیماری، حادثہ یا موت پر پیغام پرائی تار سرکس سے بھیجا جاسکتا ہے۔  
پرائی تار کو اجنبی یا ایکپریس تار پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اس کے لئے فیس  
ایکپریس تار جتنی ہی لی جاتی ہے۔  
اس طرح کا تار بھیجتے وقت لفظ "پرائی" "فردر" لکھنا چاہئے

ہمیں بہتر خدمت کا موقع دیجئے

محکمہ ڈاک و تار



# ”شرید بھگود گیتا بھگون“

== شری جگن ناتھ کھنہ صفی - بی - اے - بی - ٹی برنڈ این نوٹس ==

شرید بھگود گیتا ہندو دھرم کا ایک سرورسٹ گرنٹھ ہے۔ جو ہوتا اور گورو اسے پر اپت ہے۔ شاید ہی کسی اور دھرم گرنٹھ کو پر اپت ہوگی۔ اس کا کارن سبب یہ ہے۔ کیونکہ شری بھگون نے سونیک اس پر اپت کا پان اپنے پر یہ مہتر اور شر دھال بندھو اور بھگت ارجن کو کر کر اسے پتھ بھر شٹ ہونے سے بچایا اور اسے فیدہ کرنے کے لئے پر پریت کیا۔ داستویں یہ اُپدیش پرانی ماتر کے لئے ہی کلیان کا رک ہے۔ اگرچہ کیا یہ ارجن کے پرتی ہی گیا تھا۔ بھگون دید دیاس جی نے اسے مہا بھارت پر ان میں پسو بدھ کر کے پرانی ماتر پر بڑا احسان کیا ہے۔ ورنہ وہ اس سے دپت رہ جاتے۔ یاد رہے کہ بھگون اور ارجن کے اس سواد کو اپنشد کا درجہ دیا گیا ہے۔ نہیں، بلکہ اس سے بھی اُدینا، کیونکہ یہ ایک ہی اپنشد نہیں ہے بلکہ ساری اپنشدوں کا چور۔ اس لئے ساری اپنشدوں کے سار روپ اس گرنٹھ کو جو اُدینا اور سریشٹا پر اپت ہے کسی اور میں نہیں ملتی جن مارک گتھیوں کو اس سات سوشلو کوں پر مشتمل گرنٹھ میں لکھا یا گیا ہے، اور اس سرشتا اور گولی سے کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتی۔ آئیے آج ہم چند ایسے پرشوں کے اتر شری گیتا کے ادر پر پنے کی کوشش کریں۔ جو ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بجائے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے ہم سونیک بھگون کے اپنے سہمے ہوئے شبدوں میں ہی ان کا اتر ڈھونڈ لیتے، جن میں کپوت ماتر بھی سننے کی گنجائش نہیں ہے۔ و ہمارا پہلا سوال ہے کہ بھگون کیا ہیں؟

بھگون ہمارے سامنے دو روپوں میں پر گٹ ہو رہے ہیں، ایک ادیکت یا نرگن۔ دوسرے دیکت یا دیکت روپ میں وہ جسودا نندن۔ گوپی بلجھ۔ برج ہاری، سندکار۔ مراری۔ گردھاری اور گویال کہلاتے ہیں اور اس روپ میں طرح طرح کی سیلا میں کر کے اپنے بھگتوں کو آندت اور کرتا رہتے کرتے ہیں۔ اسی روپ میں وہ مورٹکٹ آدی دھار کر سبجت اور دھوشنت ہو کر اپنے بھگتوں کو درشن دتے ہیں۔ ان کے دُکھ اور کلش ہر تے ہیں، دُشٹوں کا سنگھار کرتے ہیں۔ اور سب پر اپنی مومنی ڈال کر آپا لگ ہو جاتے ہیں۔ جن کے دنشی وادن سے برجائگنایں تو کیا بن کے پشو پکشی اور برکش اور سونیک جنما جی بھی پر بھادت ہو کر اپنی گتی بھول جاتیں۔ اندر اور برہمادی دیوتا جن کے درشن سے مومیت ہو کر وسمت ہو جاتے اور ایسی حرکتیں کر بیٹھتے۔ جن کے لئے بعد میں انہیں گھور پشچا تا پ کرنا پڑتا۔ برج گوپوں کے گھر جا کر ماگھن چرٹانے۔ گوال بالوں سے طرح طرح کے کھیل کھیلنے۔ اور کنس کے بھی ہوئے اسروں



کو کھیل کھیل میں ہی ختم کر دیتے۔ برج باسیوں کے بھاؤ کے انوسار وہ اب بھی اس طرح سے برج میں بت  
وہاں کر رہے ہیں۔ ایک ٹھہرنے کے لئے بھی برج سے باہر نہیں جاتے۔ ان کے برج سے باہر جانے کا خیال  
وہ نہیں نہیں کر سکتے۔ وہ سوز و شکستہ مان ہیں۔ کیا نہیں کر سکتے۔ اپنے بھگلیوں کو سکھ پہنچانے کے لئے پیدی  
بال روپ میں وہ اب بھی اس طرح سے برج میں باس کر رہے ہیں تو کیا تعجب ہے۔ پرنسز اس سچائی سے  
بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ برندا بن سے مقہور پدھارے۔ وہاں کنس کا بدھ کیا اور پھر جبرائیل  
نہاں پراکری اور چکر درتی راجہ سے لہا لیا اور موت کے گھاٹ اتار کر ویش میں دھرم کارا جیہ سھاپت کیا  
ددار کا ادھیش بنے، مہا بھارت کے یڈھ میں ارجن کے رہبان بنکر اس سے وہ کام کرایا جو ان کے بغیر وہ  
کبھی نہ کر سکتا۔ اس طرح سے ایک، بیسائی کر کے وہ اپنے پنج دھام کو پدھار گئے، ہم ان کی ان بیلاؤں  
کے واسطے کہ تو کو نہیں سمجھ سکتے پھر بھی ہیں وہ پڑھ سکر اور دیکھ کر ایک اور نئیہ (ناقابل بیان)  
آند کی پراپتی ہوتی ہے۔ ان کے دوسرے روپ میں ارتھات ادیکت یا نرگن روپ میں ہم ان کے درشنوں  
سے کرتا رہتے نہیں ہو سکتے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ سگن روپ میں آتے ہی کیوں، جو کھٹائی اس روپ کے  
درشنوں میں ہوتی ہے۔ آپ خود ہی اسکا گیتا بھگوتی کے بارہویں ادھیائے میں اس طرح درن کرتے ہیں۔

کلیشو ادھیک تریتے شام، دیکت سکت چیتام

ادیکت ہی گتہ دکھنگ دیہہ دو بھروا پیتے !! (۵)

ارتھات ان سید اندھن نراکار برہم میں آسکت ہوئے چیت دالے پُرسٹوں کے کلیش یا  
پریشیم و شیش ہیں۔ کیونکہ دیہہ ابھیانی پُرسٹوں سے ادیکت دیک گئی دکھ پوروک پراپت کیجاتی ہے جس  
کا آسان لفظوں میں یہ بھادارتھ ہے۔ کہ شریر دھاری پُرسٹوں کے لئے ادیکت برہم (نرگن پرمانما) کا  
چتن آسان نہیں ہے۔ بڑے دکھ اور کلیش سے انسان اسے پراپت کرتا ہے۔ یعنی حقیقتاً نرگن پرمانما کا  
روپ ہمارے تھور میں ہی نہیں آسکتا۔ نہ اس کی کوئی شکل نہ صورت، نہ لہو نہ پیرا در نہ ہی کوئی و شیش  
سھتان رہنے کا، تو وہ ہمیں نظر آئے تو کس طرح سے۔ وہ ان دیکھنے والوں کو جو ان ظاہری آنکھوں سے  
ہی انکا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سراسر ناممکن ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ہی بھگوان کسی اوتار  
کے روپ میں ہمارے سامنے آئے ہیں۔ گیانی پُرسٹوں کو بھی بڑے تین سے نرگن پرمانما کے درشن چوتے  
ہیں۔ اور وہ بھی بڑھی لوگ سے اور کسی سادھن سے نہیں۔ یہ ہوتے ہوئے بھی بھگوان اپنے نرگن روپ کے  
درشنوں کو سکھ کرنے کے لئے شریر بھگود گیتا میں اس طرح اپنا پریچے دیتے ہیں۔

ایم کرتریم گیہ، سودھام، ہم ادشہم بد مترواہم ہیو آجیم ہگشتریم ہتم !! (۶)

پتا، سید جنتو دھاتات ہما، دیدیم پوز موناکار، رگ سام بچور پرمہ !! (۷)

ارتھات سمارت کرم (جن کا سمرتی شاستروں میں درن ہے) پتروں کو دیکھے جانے والے ایہ سودھا  
نیچ جہاگیہ ادشہم، سب بنسٹیاں، اگنی اور گھٹ اور یوں روپ لیا بھی میں ہی ہوں۔  
جگت کا پتا اور مانا بھی میں ہی ہوں، اس کو سنبھالنے والا اور اس کا پتا مہ بھی میں ہی ہوں۔



ہی پوتر ادلکار (ادم) شہد ہوں جو جگت کو پوترتا پر دان کرتا ہے۔ اور میں ہی رگ دیدیوں سلم یوں اور تجربہ دید بھی میں ہی ہوں۔

اسی ادھیائے گے ۲۴ دیں شلوک میں آپ فرماتے ہیں کہ میں ہی تمام یگوں کا بھوکتا ہوں اور پر بھو بھی میں ہی ہوں لیکن دیوتاؤں کو پر سن کرنے کے لئے یگیہ کر نیوالے مجھے تنو سے نہیں جانتے اس لئے ان کا تین ہو جاتا ہے۔ جس کا صاف طور پر یہ ابھیرائے ہے۔ کہ بھگوان کو تنو سے جانتا ہی داستو میں پیشک ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور بھول میں ادھر ادھر کی کپاؤں میں شیشہ لگا رہے تو اس کو پراپت نہیں ہو سکتا۔ ہو بھی کیسے جب اس کے لئے اُس نے کوئی سادھن ہی نہیں کیا۔ وہ سادھن ہے ان کو بھقار تھ روپ میں جانتا اور تنو سے سمجھنا اس کے متعلق آپ جو تجھے ادھیائے گے نویں شلوک میں پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ:-

جنم کرم تچ ے ددیم ایوم یو دیتی تنوتہ !

تیکستو اربیم پنسر جنم نیتی، ماتمی سورجن

ارتھات جو میرے جنم اور کرم کو تنو سے جانتا ہے، اور بھقار تھ روپ سے اسے سمجھتا ہے وہ شریر چھوڑنے کے بعد سیدھا مجھے ہی پراپت کر لیتا ہے۔ اور جنم مرن کے بندھن سے بالکل چھوٹ جاتا ہے۔ بھگوان دیکت یا سگن روپ میں کیوں آتے ہیں؟ اس دسٹے پر اسی لیکھ میں پہلے ہی سمجھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اب اس کا جواب شری بھگوان کے اپنے ہی لفظوں میں دیا جاتا ہے:- وہ بھوشنل پر اپنے آگن یا اترن کا کارن یوں بناتے ہیں:-

یدا یدا ہی دھرم سیہ گھانیر بھوتی بھار + ابھیقان دھرم سیہ تدا تانم سر جا مہم !

پہری ترنا گے سادھوناں دنا شکے چہ دشکرام :- دھرم سنستھار تھلے سنجوا می گئے گئے !!

ارتھات یہ بھارت (ارجن) جب جب دھرم کا دانش پوجاتا ہے۔ تب تب میں دھرم کو پھر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے پر بھوتی پر آتا ہوں میں ایک میں دھرم کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے سادھو یا بھیلے پُرستوں کی رکشا کے لئے اور دشٹوں کا سنگھار کرنے کے لئے آیا کرتا ہوں، آپ یہ تو خود ہی فرماتے ہیں کہ وہ اتنا رگیوں دھارن کرتے ہیں لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ وہ دیکت روپ دھار کر اپنی مایا سے منب کو جو ہنت کر دیتے ہیں اور اہلی سر روپ کو سمجھنے ہی نہیں دیتے۔ جس کے بغیر ہم بھکتے رہتے ہیں کہوں اگر ایسا ہو جائے تو ان کو اپنا مشن پورا کرنے میں کئی بار دھاریں یا رکا دیں پیدا ہو جائیں۔ ماتیو د اور نند جی کو اور اسی طرح اپنے گھماورند کو انہوں نے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ وہ ترو کی ماتھو سرت الشوریہ کے مالک سو نینگ بھگوان ہیں۔ وہ تو نہیں اپنا سکون ہی سمجھتے رہے۔ گو دھن بہار جب انہوں نے سادھوں کی پی ایک انگلی ہوتی رکھا جو ایک نئی منشیہ کی طاقت سے باہرے تو بھی آپ سے سکھاؤں نے ہی سمجھا کہ پہلا کو ہم نے اپنی لالچیاں کھڑی کر کے بھقارے دھارنا ہوا ہی سہا تھ کے لیر بھلا کرشن اکیلا پہاڑ کو کیسے اٹھا سکتا تھا۔ اس کو تو وہ اپنے سکھا روپ میں ہی دیکھتے تھے۔ پہلے انہوں کو باریاؤں کو

شکیتوں اور پر بھوتا کا پرچہ بھی دیا، یہی کارن ہے کہ ایسے سمیرہ ابھی پر چلت ہوئے جو ان کا مان بیلادوں کوں جتہ نہیں دیتے۔ جن میں انکے الشوریہ کی جھلک آتی ہو، ان کے خیال میں وہ برجاسی تھے اور برج باسیو گئے سکھا۔ یہ بھگوان کی مایا ہی جتنی جس سے دموہت ہو کر میتا جیو دا اور نند جی انہیں اپنا پتر ہی



سمجھتے تھے اور گوال بال انہیں اپنا برج باسی۔

یشودا ایتانے آپ کو مٹی کھانے سے روکا، کہنے لگے کہ میں کب کھاتا ہوں، اچھا تو اپنا منہ کھول کر دکھاؤ، جب آپ نے اپنا منہ کھولا اور مانے اس میں درشتی ڈالی تو مجھے بھیت ہو گئی کیونکہ وہاں تو اسے سارے دستہ کے درشن ہو رہے تھے۔ دریا تھے۔ پہاڑ تھے۔ جنگل تھے۔ اسے یہ انوکھا درشبہ دیکھ کر بھگوان کے بشوریہ کا خیال تو نہ آیا بلکہ یہ سوچنے لگی کہ میرے بالک پر کسی بھوت پریت کا آسیب ہے۔ یا اسے نظر لگ گئی ہے۔ اب اسکی سر کھٹا کیلئے کتے کو نیز بنوانے سی چٹھا کرنے لگی۔ یہی تو بھگوان کی مایا تھی، جس سے وہ اچھاوت رہتے ہیں۔ اب ان کو تنو سے دیکھا جائے۔ تو کیسے؟ یہ تو وہی بات ہوئی ہے۔ درمیانِ تندر یا تختہ بندم کردہ۔ ۱۰۔ باز میگوئی کہ دامن ترکن ہیشا رہاں۔

پانی میں کھڑا ہونے کی آگیا دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ چتیا دنی بھی کہ دیکھا کہیں اپنے کپڑے نہ بھگڑ بیٹھا کتنی مزے کی بات ہے یہ لیکن اس کے بغیر چارہ بھی تو نہیں وہ پاس ہوتے ہوئے بھی دور ہیں۔ اور دور ہوتے ہیں۔ یات ان کے تنو گیان سے ہی پراپت ہو سکتی ہے۔ انیتھا نہیں، آئیے اب یہ معلوم کریں کہ بھگوان کو تنو سے جانتا ہے کیا؟ اور اس کا پھل کیا ہے؟

اس کا مطلب ہے بھگوان کو پتھا رہو رپ سے جانتا، یعنی داستوں جو وہ ہیں، وہ جنم لیکر بھی اجمار میں سارے سنسار کی رچا کرتے ہیں، اس کے ماتا پتا اور دھاتا ہیں اور پھر بھی کرتا، اُس سے بالک الگ رہ کر کسی کرم سے لپا کرمان نہیں ہوتے، یعنی کرم کرتے ہوئے بھی نہیں کرتے انہیں سنا رہے کوئی آسکتی نہیں ہے، ایسے پر بھو پر ماتا کا جن کے سنان ہمارا استہر اور پریمی اور بیت پادن کوئی دوسرا نہیں ہے پرش انینہ پریم سے دینی ایسے پریم سے جیسا اور کسی سے نہ ہو۔ نرنتر جین کرتا ہے۔ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، انہیں کے خیال اور انہیں کی یادیں لین رہتا ہے۔ اور اسکی رمت سنار میں درنتا ہے۔ ارمات کسی دستہ سے دلشیش لگاؤ نہیں رکھتا اور نہ ہی اُسے کسی چیز کی پراپتی کی اچھا موی ہے۔ اگر کوئی چیز مل گئی تو بہتر نہ ملی تو کوئی شوک نہیں رہتا۔ ایسی برتی بنا لینا ہی پر بھو کو تنو سے جانتا ہے۔ اور ایسے پرش کے لئے بھگوان فرماتے ہیں کہ وہ شری کو تیا کہ کچھ جنم کو پراپت نہیں ہوتا، سنار تو تینوں کنوں رست رنج۔ تم سے موہت ہو رہا ہے۔ اور ان تینوں کنوں سے پرے مجھے ادناشی تنو کو نہیں مانتا، پرنتو جو پرش نرنتر مجھے ہی سمجھتے ہیں، وہ اس مایا کو جو بڑی دشتر ہے اٹھن کر جاتے ہیں یعنی سنار سمندر سے تر جاتے ہیں۔ اور یہی ان کو تنو سے جانتا ہے، جو گبول گیانیوں کے حصہ میں آیا ہے۔ کیونکہ گیانی بھکت تو ایک ہی بھاد سے نیتہ بھگوان میں سجت رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے بدھی ہیں، اکیانی جن سچا نند گھن پرلما کو منشیہ کی بھانتی جنم لینے والا مان کر ہی بھول میں پڑے رہتے ہیں اور اکی اہلیت یا تنو کو نہیں سمجھ پاتے اور اندھیرے میں رہتے ہیں، اور بار بار جنم لیتے ہیں۔ سرلشٹ کرم کریدالے جابیا سو بھگتوں کو بھگوان سنا دیتے ہیں کہ ایسے پرش رگدویش آدی دوندوں سے رمت ہو کر جو سب پرکار سے مجھے ہی سمجھتے ہیں۔ اور میری ہی شرن اور امر الیکر جنم ہرن کے بندھن سے چھوٹنے کیلئے تین کرتے ہیں۔ وہ پرش اس تنو

کو سمجھ کر میرے آتم روپ کو جان لیتے ہیں۔ اور شری پھولنے کے بعد مجھے ہی پراپت ہوتے ہیں۔



# دی نیو بینک آف انڈیا لمیٹڈ

ہیڈ آفس نیو دہلی

31.12.60 کی پوزیشن

|             |                  |
|-------------|------------------|
| 14,93,000   | ادا شدہ سرمایہ   |
| 33,72,000   | ریزرو اور سرپلس  |
| 4,23,00,000 | ڈیپازٹ           |
| 1,99,95,000 | کیش و دیگر ذرائع |

شرح سود

فکسڈ ڈیپازٹ —————  $4\frac{1}{4}$  تا  $5\frac{1}{2}$  فیصدی - عرصہ کے مطابق  
 سیوننگ بینک —————  $3\frac{1}{2}$  فیصدی - رقم چکوں سے لکوا سکتے ہیں  
 شارٹ ٹرم - کال اور کرنٹ ڈیپازٹ - بموجب انتظام -  
 3 سالہ کیش سرٹیفکیٹس پر شرح سود  $5\frac{1}{2}$  فیصدی

برائچیں

دہلی :-

چاندنی چوک - سنری منڈی

نئی دہلی :-

جن پتہ - اہلی بلاک کناٹ سرکس - کے بلاک کناٹ سرکس - فرو بلاغ

جنگ پورہ ایکسٹنشن - راجندر نگر

پنجاب :-

امرتسر - جالندھر - لدھیانہ - چڈی گڑھ - روہتک - بنگہ منڈی (جالندھر)

نرید آباد ٹاؤن شپ -

ہماری راجندر نگر - جنگ پورہ ایکسٹنشن - سنری منڈی - لدھیانہ - چڈی گڑھ - روہتک اور فرید آباد

ٹاؤن شپ - برائچوں میں لاگرو دستیاب ہیں - ٹی - آر - تلی سیکری - ایم - آر - کوہلی بلجنگ اور



# میراں

## میرے تو گر دھر گویاں دوسرا نہ کوئی !

پریم بھگتی کی جس بلند فضا میں بھگتی میراں بائی نے پرواز کیا ہے۔ اس کی مثالیں کیا ہیں۔ آپکا ہم میراں انا رتن شکھ رائے جو دھ پور کے ہاں سہ سہا میں ہوا۔ اس وقت مہاتما رید اس جی کی مہانتا اور کیتی کی گونج بھارت ورش میں پھیل رہی تھی۔ اور بڑے بڑے راجہ مہاراجاں سے بھگتی بوگ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ میراں جی جھالی چٹوڑ کی رانی بھی ان کے شیشوں میں سے تھی۔

جودھ پور اور چٹوڑ کی آپس میں رشتہ داریاں تھیں۔ اس سلسلہ میں میراں جھالی کو ایک بار چٹوڑ سے جودھ پور آنے کا اتفاق ہوا اور وہ شاپی محل میں بٹھریں۔ میراں جھالی کے پوجا پاٹھ اور بھگت پریم کامیراں بائی پر خاص اثر پڑا۔ گوان دنوں میراں بائی کی عمر کچھ بہت زیادہ نہ تھی۔ لیکن وہ میراں جھالی کے رنگ سے اتنی زیادہ متاثر ہوئی کہ ساری سجدہ بدھ و سرگئی۔ اور دل میں پر ماتما کی بھگتی اور پریم کی ترنگ اٹھنے لگی اور آخر میراں جھالی کی وساطت سے وہ بھی مہاتما رید اس کے روحانی دربار سے فیض حاصل کرنے کے لئے سائیں بنی اور اپنا اشت سدریشم بھگوان کرشن کو بنایا۔

میراں انا رتن شکھ کو میراں بائی کی یہ روش نہ صرف نالیندی آئی۔ بلکہ اُسے سخت تشویش پیدا ہوئی۔ اور اس نے اپنی عزت بچانے کی خاطر سہ ۱۹۵۷ء میں سنور بھوجراج سے میراں بائی کی شادی کر دی۔ لیکن وہاں تو دلوانگی اور بھگتی۔ یہ سطحی علاج وہاں کیا کارگر ہو سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میراں بائی کا جو بھگت پریم پہلے اپنے گھر میں چھپکے چھپکے نشوونما پا رہا تھا۔ وہ شادی ہونے پر کھلے ہوئے پھول کی خوشبو کی طرح چاروں اطراف میں پھیل اٹھا۔ اور میراں بائی نے ذات الفاظ میں اپنے پی کو کہہ دیا کہ میرا راجہ امیر اپنی تو اور ہے میں تو گر دھر گویاں کی داسی ہوں۔ میں تو اُس سانورے کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوں۔ آپ بھی اُس کے پریمی بن کر جیون کا آئندہ پیجئے۔

اس سے اُس کے بچے کو اور بھی سخت رنج ہوا۔ اور اس نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی بن لے میراں بائی کی جان کا ہی خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے لئے تجا دینر ہونے لگیں۔ ایک تجویر طے پائی کہ میراں بائی کی نکھال پر کوئی زہر ملا سانپ چھوڑ دیا جائے تاکہ یہ چار پا پائی پر پڑی ہی ختم ہو جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مگر میراں نے سانپ میں بھی اپنے سانورے کا شیم رنگ دیکھنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سانپ بے سکت ہو گیا اور انا کی یہ تجویر ناکامیاب ہوئی۔ اس کے بعد راند نے زہر کا پیالہ میراں بائی کو ارسال کیا اور کھلا بھیجا کہ یہ سادھوؤں کا چرنا میرت ہے۔ مگر میراں سمجھ گئی۔ کہ اس پیالے میں زہر ہے۔ مگر اُس نے اپنے اشت گردھر گویاں کا دھیان کرتے ہوئے اس پیالہ کو بھی غٹ غٹ چڑھا لیا۔ اور اُسے پچھنے ہوا۔



اس طرح کئی گھنٹا میں ہمارا نادرا اس کے ساتھیوں کی طرف سے عمل میں آئیں۔ لیکن سب بے سود ثابت ہوئیں  
بیان کیا جاتا ہے کہ گوسوامی تلسی داس جی سے بھی پر مار تھی معاملہ میں میراں جی کو خط و کتابت کا موقع ملا۔ اور گوسوامی  
جی نے آپ کی بانی سے خوب آند لیا۔ بلاشبہ میراں بانی کی بانی میں جو رس بے وہ مشکل سے کسی اور شاعر کے  
کلام میں ہو گا۔ جہاں زبان موندت ہے وہاں اس میں سوز و گداز بھی اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ کہ  
پڑھتے ہی ایک پریمی کے رنگے ٹکھڑے ہو جاتے ہیں۔ پر سیدھے بھگتوں کی رائے ہے کہ بھگتی بھاد کے اظہار میں اس  
سے بہتر شاید ہی کسی بھگت کا کلام ہو گا۔ زبان میں زیادہ تر راجپوتانہ کے ہندی الفاظ آتے ہیں۔ پریم پرشاد  
کے طور پر ان کے دو تین سبذ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

### شبد ۱۔

رانا جی! میں گردھرنے گھر جاؤں  
گردھرمیر و سا بنو پریم، دیکھت رُدی بھجواؤں  
زین پڑے تب ہی اٹھ جاؤں۔ بھور بھی اٹھ جاؤں  
زین و ناداکے سنگ کھیوں جیوں رکھے تھے بھجواؤں  
میری اُن کی پریت پُرانی۔ اُن بن پل نہ رھاؤں  
جہاں بٹھائے تھاں میں بیٹھوں بیچے تو بک جاؤں  
جن میراں گردھرنے اوپر بار بار بل جاؤں

### شبد ۲۔

اب تو بھائے بھیل باہنے گئے کی لانج  
نمٹھ سرن ہناری سائیاں، سرب سدھارن کا ج  
نردھارا آدھار جگت گورو، تم بن پو کا ج  
میراں سرن بھی چرن کی لانج رکھو مہاراج

### شبد ۳۔

رانا جی! میں تو سناؤ رے رنگ راجی  
ساج سینکار باندھ گھوگر، لوک لانج تیج ناچی  
گئی گو مت لی سادھ کی سنگت بھگت لو بھی ساچی  
اُن بن سب جگ کھاری لاگت اور بات سب ساچی  
(ادم شرم)

سافوڑی صورت سوں میراں اٹکیو  
کان گنڈل مکر آکرت سو ہے  
کون جانے مورے گھٹ کی رے  
بانگی سی لٹک ٹکٹ کی رے  
اُک بن ڈھونڈ سنگل بن ڈھونڈیا  
ایک بھو کو د لاگھ بھو اب  
میراں کے پر بھ گردھر ناگر  
گیل بنا دو بنسی بٹ کی رے  
لوک لانج سب پیٹکی رے  
کھیل بنا دو بنسی بٹ کی رے



# سنگت موچن رام

انہی - مشرقی سنت ہری سنگھ جی ۱۱/۱۱ الیٹ پٹیل نگر نئی دہلی

”تو سمجھتا ہے حوادث نہیں بتانے کے لئے  
یہ ہوا کرتے ہیں ظاہر آزمانے کے لئے  
سنجھے باد مخالف سے نہ ہو جیراں عقاب  
یہ تو جلتی ہے تیرے اوجھا اڑانے کیلئے  
کامیابی کی ہوا کرتی ہے ناکامی دنیل  
رنج آتے ہیں تجھے فرحت دلانے کے لئے

پچھلے سال کا واقعہ ہے کہ رات کو بوجھ درد ریچ ناقابل برداشت کشت تھا جملہ ایلوپیتھک ہومیوپیتھک  
اور آپور دینک علاج جب تکے ثابت ہو چکے اور کوئی صورت شفا کی نظر نہ آئی تو بالکل مایوس ہو کر آخر کار  
بھگوت کو ہی اپنا معالج سمجھا اور اپنے بھاد سے اس کی شرن کو ہی اپنا یا۔ مگر کیا کہنے تکلیف میں افتادہ تو درکنار  
الٹا کشت اور بھی بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ کئی دن یہ شریر بستر پر ہی پڑا رہا۔ مگر جب اور چارہ نہ ملا اور سوائے  
الٹیور شرن کے دیکھ سے چھٹکارے کی دیگر صورت نظر نہ آئی تو سب سے پر آخر چیت سے بھگوت پر اپن ہو کر  
آرادھنا اور پرار تھنا ہی کرتا رہا۔

ایک دن جب کشت کی حد ہو چکی تھی اور مار کلیش کے کچھ نہ سوچتا تھا تو ایسی دیکھ کی حالت میں اس کے  
منہ سے بے تحاشا ایسے الفاظ نکل گئے کہ شاید جس کے پاس اس قدر لمبی چوڑی دعائیں کی جا رہی ہیں وہ  
کبیں موجود بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر نے واقعہ موجود ہوتا تو آخر چیت سے کی ہوئی پریم لپکار کو ضرور سنا۔ تو  
محببت زدہ دل سے خود بخود ایسے شدید نکل گئے تھے مگر فوراً ہی دوسرے کہیں کافی لپشیا تاپ ہوا کہ یہ  
کیا کہہ دیا۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ ایسا کہنا واجب نہ تھا۔ بھلا وہ جس سے اس دشال پر تیج کی رچنا ہوئی ہے  
اور پھر نہت ہوا اس کی تمام مریدہ قائم ہے۔ کیونکہ اس کی مہستی سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ لہذا وہ اپنی  
ذات سے ضرور موجود ہے۔ پچھلے ہی اس وقت نہیں سنا اور اس کے اندر یہ دکھشتان چند اُنشد کی مسرتان  
بھی فوراً یاد آئیں۔

ارتھات لبیر مول کے یہ سنسار نہ ہوگا  
”ست مول دالی ہی یہ تمام پر جاتے

”नेदंमूलं भविष्यति ।  
सन् मूला सौम्य इमा सबीप्रजा”



”यद् भूतयोनि परिपश्यन्ति धीराः“  
 ارتھات جو تمام بھوتوں کا کارن ہے اور جسے دھیر پرش سہا  
 میں دیکھتے ہیں +

”अर्वमूल अर्वाक शारवा“  
 ”یہ سنار برکش پر ماتا مول والا ہے اور اسکے نیچے شاخ  
 ”रुध योनिः प्रभावपययोहि भूतानाम्“  
 ”تمام بھوتوں کی اُپتی اور ناس کا ہتیو بننے سے یہ پر ماتا  
 جگہ کا کارن ہے۔“

یوں تھوڑے میں ہی اس بات کا تصفیہ ہو گیا اور من نے جانا کہ پر ماتا ضرور موجود ہے مگر اتنے سے  
 بھی تسکین مطلق نہ ہوئی کیونکہ کشت تو بدستور چل ہی رہا تھا۔ اس لئے جب تک اس یقین سے  
 کوئی خاص فائدہ جان کو نہ پونچے اُس کی ہستی کا محض اقرار کرنا بھی کتنا کارگر ہے۔ لیکن جوں ہی اس قسم  
 کی کش مکش من میں چل رہی تھی عین اس کے بعد ایک یہ خیال پیدا ہوا کہ پر ماتا گو ہستی تو رکھتا ہے مگر شاید  
 دیوار کی مانند جڑ ہے۔ کیونکہ سنا کچھ نہیں۔ لیکن ایسا خیال بھی فوراً اڑ گیا اور من سے آواز آئی کہ بھلا  
 وہ جو تمام کائنات کو اپنی زندگی سے زندہ اور جلد جڑ کو چٹن کر رہا ہے۔ وہ جڑ دیوار کی مانند مردہ کیوں  
 چنانچہ اس میں بھی یہ ذیل کے کئی اُپنشد منتر بطور پرمان حاضر ہو گئے۔ جن سے پر ماتا عین زندگی عین نور  
 اور عین علم ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ منتر یہ ہیں۔

”सत्यं ज्ञानमनन्तं ब्रह्म“  
 ارتھات۔ پر ماتا سیتہ سروپ۔ گیان سروپ اور انت ہے۔

”विज्ञानमानन्दं ब्रह्म“  
 ”پر ماتا دگیان سروپ اور آند سروپ ہے۔“

”प्रज्ञानं ब्रह्म“  
 ”برہم عین پر گیان ہے۔“

”सच्चिदानन्दमात्रं“  
 ”برہم ست چت آند محض ہے۔“

اس کے بعد جو یہ خیال پیدا ہوا اُس کے اندر یہ سوال تھا کہ اگر پر ماتا بذات خود موجود ہے اور عین علم اور  
 عین زندگی بھی ہے تو پھر اس گہنگار کی پکار کیوں نہیں سنی جاتی اور اس کا دکھ کیوں نہیں مٹتا جب کہ یہ  
 استعدا ٹھیک ہر دل سے ہی پوچھی ہے تو اس کا جواب بلا کہ وہ ست چت اور آند محض ہو کر بھی شاید اس  
 ناچیز کے لئے پریم یا پیار کا بھاد نہیں رکھتا اس لئے ہی کلیش سے خلاصی نہیں ملتی۔ مگر اس خیال کو بھی ایک دوسرے  
 خیال نے فوراً رد کر دیا کیونکہ بھگوت بھگتوں نے اُسے پریم نے بھی کہا ہے ”सर्वं भूतं मां प्रपद्यते“ یہ ان کا کہنا  
 ہے۔ اس لئے یہ کب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے ساتھ پریم یا پیار کا بھاد نہ رکھے۔ نار دھکتی صورتوں  
 کے اندر تو ایسور کے متعلق یوں دکھلایا ہے کہ

”स कीर्त्यमानो शीघ्रमेवाविर्भवति अनुभावयति च भक्तान्“  
 یعنی وہ بھگوان پریم پور بک کیرست ہو کر شیکھر ہی پر گٹ ہوتے ہیں اور اپنے بھگتوں کو منو

دا بچھت پھل بھی پر دیا کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے۔

”येवधा मां प्रपद्यन्ते तांस्तथैव भजाम्यहम्“



یعنی جو بھی مجھے جس بھاد سے آرادھنا کرتا ہے۔ میں اُسے اُسی بھاد سے پراپت کرتا ہوں ایسی شری کرشن  
 جی کی پرتیگا شرید بھکت میں ہوتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر شکام بھکت مجھے موکش کے لئے  
 آرادھن کرتے ہیں تو میں انہیں موکش دیتا ہوں اور اگر شکام مجھے کسی ارتھ کے لئے یاد رکھ کر نورتی  
 کے لئے بھیجتے ہیں تو میں انہیں اُس اُس ارتھ کی پراپتی یاد رکھ کر نورتی کے مدارہ بھی پر سن کرتا ہوں  
 ایسا نیم ہے۔ بجز اس کے ایک بات یہ بھی ہے کہ آند سر دپ ہو کر پرماتما پریم نہ رکھے ایسا کبھی ہو نہیں سکتا  
 اور اُس کی آند سر دپا تو ہم اُدپر اُپشد کی شرتیوں سے بتلا ہی آئے ہیں۔ پس اختصار اس لمبی چوڑی  
 وچار کا یہ ہے کہ پرماتما مدت ہے۔ چت ہے آند ہے۔ اور پریم ہے بھی ہے +  
 لیکن ایسے اُدپر بتلے ہوئے ادبھکتوں والا اگر البتہ موجود ہے تو یقیناً کوئی اور ہی وجہ ہوگی  
 جس کے کاربن اسی کا دکھ نورت نہیں ہوتا چنانچہ غور غرض کرنے پر یہ ہی ثابت ہوا کہ مندرجہ بالا لکھنوں کے علاوہ  
 وہ نیکے کاری بھی ہے اسی لئے جب کرم کے پھل اُپھوگ کا سوال سامنے آتا ہے تو وہ پرماتما سر دے یا  
 دکھم جیسا معلوم ہو کر دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ وہ ایسا برگز نہیں۔ اور اگر پوری غور کر کے دیکھا جائے  
 تو اُس کا بیان کاری ہونا اور اُس کے مطابق کرموں کے پھلوں کو پردان کرنا بھی سکھشا کی خاطر مناسب  
 پایا ہے۔ اور اس سے اُس کے سچے پریم یا پیار پر دھتہ نہیں آتا۔ جس طرح ایک سرجن ادپریشن کے  
 دوران میں بیمار کی اگر چیر بھاڑ کرتا ہے۔ تو وہ اُس کا دشمن نہیں ہو جاتا۔ ٹھیک اُسی طرح کرم پھل  
 پر داتا البتہ رہی کرموں کے پھلوں کو دیتا ہوا جو کسا دوشی نہیں ہو جاتا وہ ہمیشہ اُس کا پریم ہستی ہی  
 رہتا ہے۔ اس لئے جان لو کہ بھکت دوسٹھا کو قائم رکھنے کے لئے اُس کا ایسا ہونا پناہیت واجب ہے۔ اس لئے  
 یہ ایک جنرل قاعدہ ہے کہ جیسا کوئی ہوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ لہذا انسان پر یہی واجب ہے کہ وہ ہر فعل  
 سر دپ سمجھ کر ہی کیا کرے کیونکہ اُس کے پھل اُپھوگ میں وہ سوتنتر نہ ہوگا۔ لیکن ستر کاردن نے کرم کے  
 پھل کا اُپھوگ اوشیم بھادی مانا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ کرم کا پھل کسی وجہ سے بھی کم دیشن نہ ہوگا۔  
 "ناموکنہ کھیوتہ کرم" ایسی سمرتی بھی سنی گئی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ کسکھ دکھ ہوگ  
 کہ نہ دے کہ کرم کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ پس یہی وجہ ہے کہ انیک اُپائے کرنے پر بھی اُس سے ٹھیکارا  
 نہیں ملتا۔ اس کے اندر ہیں یہ ایک پیرانا اتھاس بھی ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کرشن بھکتی کے دوران میں  
 سورد اس بھکت کو ایک بار اتی سار کے دست لگ گئے۔ تکلیف بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھی کہ پچارہ  
 اُٹھنے بیٹھنے میں بھی لاچار ہو گیا۔ ادھر اندھا تھا کہ آنکھیں نہ تھیں ادھر پاس میں خدمت گذاری کے لئے  
 بھی کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ بیماری اور کمزوری سے یہاں تک نوبت ہو گئی کہ بستر پر ہی اُس کا پاخانہ  
 اور پیشاب بہنے لگا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ جب اسی قسم کا ہی کرم ہوگ پھل دینے کو سنکھ تھا ایسی  
 گفتہ بہ حالت میں اُس نے بھگوان کو آخر چیت سے سمن کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کی بھکتی سے سنکشت



ہو کر خود بھگوان کرشن بھیس بدل کر کئی دن متواتر اس کی سیوا کرتے رہے۔ مگر اس نے اسے نہ سمجھا اور سیوا لیتا رہا۔ ایک دن اس کے من میں آئی کہ بھلا اتنے پریم اور پیار سے اس کی خدمت کرنے والا کون ہوگا۔ اس نے سوچا اور شک کیا کہ کیا خود بھگت و تسل بھگوان کرشن ہی تو اس کی سیوا کے لئے نہیں آئے۔ چنانچہ اپنے جاننے کے لئے اس نے مضبوط ہاتھوں سے سری کرشن کو پکڑ لیا۔ اور کہا کہ بھلا کون تم کوں ہو۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم سا کمبیت میرے اشت دلو بھگوان سری کرشن ہو کیونکہ اس قدر گندی اور غلیظ سیوا اور دہ بھی متواتر کئی دن سوائے بھگوان کے دوسرا نہیں کر سکتا اس لئے سچ سچ کہو کہ تم کون ہو۔ اس پر سری کرشن نے جواب دیا کہ نہیں اس پر یکیشا سے کیا لیا ہے تم آندھ پورک سیوا لیتے چلو۔ مگر بھگت نے ضد کی اور ابھین مجبور کیا کہ وہ اس بھگت کے راز کو ضرور ظاہر کریں۔ تب بھگوان نے گواہی دینا شروع کیا کہ بار بار چھپانے کی کوشش کی مگر آخر کار انہیں سب بات صاف صاف کہنی ہی پڑی۔ اس پر بھگت رنج نے دیا کل ہو کر بھگوان کے چرن پکڑ لئے اور ساتھ ہی نویدن بھی کیا کہ اے میرے پیارے بھگت و تسل بھگوان اگر آپ اتنی کھن سیوا اور دہ بھی اس قدر غلیظ اور گندی اس ناچیز کی کر رہے ہیں تو بھلا اسے شفا ہی کیوں نہیں دے دیتے۔ اس پر سری کرشن نے جواب دیا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ میں اپنے بنائے ہوئے بنوں کو بدلنا نہیں چاہتا لیکن تمہاری بھگتی کے ادھین ہو کر تمہاری خدمت گزاری تو کر دینا مگر کرموں سے ہونے والے آدھیم بھادی پھلوں کو بدل نہیں جاسکتا اور ایسا میری سریشٹی میں نیم ہے۔ ناظرین یہ بے کرم گئی کھا عجیب سلسلہ کہ سب کفشات ایشور کو بھی جس سور اس نے اپنا سیوک بنا لیا اس کا بھی کرم پھل بھوک سے چھٹکا رانہ ہو سکا۔ چنانچہ کیا ہی سبھی انگریزی داں نے ایسے موقع پر کہا ہے۔

"Who sows must reap, they say, and Cause must bring the sure effect, good or good, bad. bad, none escape the law."

گو سوامی تلسی داس جی نے بھی یہی بات رام چرت مانس کے اندر ہیں بتلائی اور دہ چوپائی یہ ہے۔

"कर्म प्रधान विषय रच राखा। जो जस करे सो तस फल चारवा।"  
پس کرم بھوک کے سمکھش میں ہر ایک کا متک بھک جاتا ہے۔ اور یہ ہی اس نیائے کاری نارائیں

"प्रारम्भ कर्मणो भोगादेव क्षय।"  
کرم پھل پر دانا پریشور کا اس سنسار میں نیم ہے کہ  
یعنی پرارمبہ کرم کا بھوک سے ہی کھے ہوتا ہے۔ اس کے اندر کسی دوسرے کا دخل نہیں۔

مگر پھر ایک سوال اس موقع پر اٹھتا ہے کہ تب تو دیکھو... نورق کے لئے ایشور شرمن لینا اس کی آرا دھنا کرنا اور پرارمبہ آدی سب بے معنی ہوئے۔ تب تو کرموں کے انوسار کھ دیکھ ہی بھوکے جا دیں گے۔ اس کے لئے پریشور سمرن کی چنداں ضرورت نہیں اور جب یہی آخری نیم ملے تو تمام



پر تین اور پر شار تھ بالکل فضول ہو گئے۔ فقط پرار بدھ کرموں کی ہی پر دھانا ہوئی۔ علاوہ اس کے شاستروں کے اندر دیکھ لیتی کے لئے بیان ہوئیں تمام پرار تھنا میں اور آپا کے سب دیر تھ ہو گئے۔ اور انیشدوں کے کسی ایک شانتی منتر دے کے اندر بھی ہم دیا لگتی اور سورج آدی دیوتاؤں کو نکھش رکھ کر نثاریرک سکھ اور منگل کا منا کے لئے پرار تھنا کیا جانا دیکھتے ہیں ان کی بھی کیا دستھا ہوگی۔ ایک طرح تو وہ سب اپدیش بے معنی اور بے سود ہی ہو گئے۔ پھر گور بانی کے اندر بھی جو ہیں اُپاسنا میں ملتی ہیں وہ بھی سب نشپھل ہی سمجھی جا دیں گی۔ دیکھیے سس پیار پورن چت سے گوردارجن دیو جی نے پرانتا کے پاس یہ ذیل کی پرار تھنا کی ہے اُس پر بھی ہمارے پاتھک متوجہ ہوں۔

ہے چرائ نا تھ گور وندیں۔ کرپا ندھان جلت گور  
ہے سنا رتاپ برنیں۔ کرنا نے سب دکھ ہرد  
ہے سرن جوگ دیا میں۔ دینا نا تھ میا کرد  
شریر سو تھ کھین سے سمزرت ناک رام دامو دھو

تو ان جملہ پرار تھناؤں اور دعاؤں کی کیا دستھا ہوگی یہ ایک سوال ہے۔ جس کا حل ہونا نہایت لازمی ہے۔ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارے گرنفقوں کے اندر کرم پھیل پر داتا الشیور اور بھگت دتل کرپا لوبھگوان الگ الگ دو تھو نہیں جانے جاتے۔ وہ الشیور جو کئے ہوئے کرموں کے انوسار جود کو سکھ دکھ پھل دیتا ہے وہی اُن کی بھگتی اور پریم سے پرست ہو کر اُن پر انوگرہ ہے بھی کرتا ہے۔ بشرطیکہ کے وہ بھگتی سچی اور سچی اور عین ہردے سے ہی کی جاوے۔ اس لئے الشیور پرار تھنا یا آرادھنا ہمیشہ تہ دل سے ہی ہونی چاہیے۔ علاوہ اس کے ایسا شک بھی سمجھی نہ ہو کہ یہ پوری ہوگی یا نہ شک کرنے پر یقیناً وہ پرار تھنا کمزور ہو جاتی ہے۔ اور کسی حالتوں میں اُس کی سکھلتا بھی نہیں ہوتی۔ کرم انوسار پھل کا اُپھوگ ہونا یہ ایک جنرل قاعدہ ہے جسے ہم اُدپر بیان کر آئے ہیں مگر پرار تھنا یا آرادھنا سے جو سیدھی ہوتی ہے وہ ایک سپیشل قانون ہے جو بھگتوں کے لئے ہی خاص طور پر مقرر ہوا ہے۔ دیکھیے جس طرح عدالتوں کے اندر عام طور پر مقدمات کے جملہ فیصلے مشلوں کی بنا پر ہی ہوا کرتے ہیں تو بھی بعض اوقات صلح واقعات کو نظر انداز کر کے رحم کی درخواستوں پر ملزم مطلقاً بری بھی کر دیئے جاتے ہیں ایسے سپریم کورٹس (supreme courts) میں افسران کے فیصلہ جات رزروہ ہم دیکھا کرتے ہیں۔ اسی طرح جنرل قاعدہ کے مطابق تو ہر کس کو اپنے کئے ہوئے کرموں کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ تو بھی بعض بھگتوں پر جن پر الشیور کا خاص انوگرہ ہوتا ہے۔ وہ بالکل مافی پا جاتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ فضل کا ہے جو عدل کی نسبت بہت اُونچا ہے۔ تو بھی جنرل قاعدہ جو عامیان کے لئے مقرر ہوا ہے۔ مطلق نہیں بگڑتا۔ Exemption proves the rule۔ اس نیا کے کو سر کوئی جانتا ہی ہے۔



ہمارے پاٹھک گن، اغلب ہے اس جواب کے اندر بھی کچھ شبہ پادیں کیونکہ اوپر بتلائی ہوئی سُر داس کی کہانی سے تو کرم گتی کو ہی پر بل مان کر پرارتھنا آدی کی ایکیشا اُسے ہی پر دھانا دی گئی ہے اسی وجہ سے سُر داس کے پرار بدھ بھوگ میں بھی مطلق افاتہ نہ ہوا تھا۔ تو اس کا سمدھان یہ ہے کہ اگر کہیں کسی کا پر بل شاریرک بھوگ ایسا سنگھم ہو جس سے بجز بھوگ خلاصی نہ ہو تو اس کا سرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ پرارتھنا میں کبھی نہ کی جائیں کیونکہ جو کب جانتا ہے کہ یہ پرار بدھ کرم کتنا کھو یا کول ہے۔ ہو سکتا ہے پرارتھنا کرنے پر ہی اُس کی نورانی ایشور انوگرہ سے بچ جاوے۔ مگر یہ بات بعد پرارتھنا ہی جانی جا سکے گی پہلے نہیں۔ بالفرض اگر شاریرک بھوگ کم نہ بھی ہو تو بھی آخر حجت سے کیا ہوا آراء من نشیمل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے انتہ کر ن پر کافی پر بھاؤ پڑنے سے اُس کی بہت انش میں شدھی تو ہو جاوے گی جو مومکش پتھ میں کافی اُپیوگی ہے۔ اور یہ بھائیوں کی بات ہے۔ اگر کسی کا قلب اس طریق پر بھی صاف اور سکھرا ہو جاوے۔

پس ایسا یقین رکھتے ہوئے دل دجان سے ہار دک اور بھٹوس پرارتھنا ہی بھگوت چروں میں کرنی چاہیے اور کسی حالت میں بھی کرم گتی کو ترجیح نہ دے کر کبھی بھی اس ایشور کرپا سے د بخت نہ رہنا چاہیے۔ ایشور پریم ادا پریم کرپا لو دینا بندھو اور دیا کا سمندر ہے وہ اپنے بھگتوں کا مردار بھگت اور پالن ہار ہے۔ وہ بھگت و تسل ہے اور ادشیم ہی اپنے بھگتوں پر کرپا کیا کرتا ہے۔ راقم نے بھی آخر کار اُسی کا آشرب لیا تھا اور مکمل شفا پائی تھی۔ بلکہ اس شفا سے ہی پریرت ہو کر مغفون ہوا بھی لکھا گیا ہے۔ راقم نے اپنی داستان ہی مثال کے طور پر ادم پیاروں کے سامنے رکھی ہے۔ اغلب ہے وہ کسی آدر کے لئے بھی مفید ثابت ہو اور وہ بھی اسے اپنی مصیبت میں یاد کرے اور اسے اپنے سکھ کا سادھن بناوے۔ چونکہ بھگوت نام ہی سرپ روگ کی ہمارا دشمنی ہے اس لئے اور تمام اُپادوں کو چھوڑ کر فقط اُس کی پناہ لینی چاہیے۔ کیونکہ وہ ایشور ہی بھگت و تسل سنگٹ مریجن بخشہنار اور پریم کرپا لو ہے۔

پریم لپکا کرینیکا جب ہی۔ دُھر فریاد پونجی کی تب ہی  
جب سُنسی ہو سی کرپال۔ دُکھ بیٹے پر بھدین دیال  
(ادم شرم) شری پر مانتے ہنہ

رسالہ ادم دہلی کا "بھگوت پریم انک"

اگلے سال ۱۹۶۲ء کا سالنامہ "بھگوت پریم انک" ہوگا۔



# بھگتوں کی لاج رکھنے والا کرشن !

شہری تارا چند باغی دیلوی ادیب فاضل

مجانے لگاؤں میں اودھم جو ارجن لگی بھاگنے یک بیک فوج دشمن  
 پتہ نامہ کی خدمت میں پہنچا دیو دھن دکھی دل دکھی آتما اور دکھی من  
 لگا کھینے یوں اُن کی خدمت میں رو کر  
 مٹے جا رہے ہیں ہمیں ویر ہو کر  
 ہمارے بہادر بہادر ہیں بکتا جہاں میں نہیں ہے کوئی ثانی ان کا  
 مگر ہر گھڑی پانسہ پڑتا ہے اٹا بساط حرب میں کوئی بھی نہ جیتا  
 سب ایک ایک کر کے مٹے جا رہے ہیں  
 دیا آپ ارجن پہ فرما رہے ہیں  
 پتہ نامہ لگے کہنے اے کوروندن نہ کر دی سنا کر جلاؤ ہر امن  
 مرے سامنے طفلِ مکتب ہے ارجن سری کرشن بھی کانپ جائیں جو بوند  
 ابھی جا کے ارجن سے جگ میں رطوں گا  
 سری کرشن کا ناک میں دم کروں گا  
 پتہ نامہ نے رکھ اپنا جب رن میں ڈالا جدھر جاتے تھے بس اُدھر تھا صفایا  
 اگ ارجن کو بھی ناک کر تیر مارا گرا چوٹ کھا کر لیا کب سنبھالا  
 جیالوں کے منہ اس گھڑی مڑ گئے تھے  
 سری کرشن کے ہوش تک اڑ گئے تھے  
 پتہ نامہ کی جانب بڑھے نندن لئے ہاتھ میں اپنے چکر سُدرشن  
 سری کرشن کے پیچھے پیچھے تھے ارجن پتہ نامہ مقدر کو کہتے تھے دھن دھن  
 سری کرشن نے ہے سری لاج رکھ لی  
 سری بات کی عہد کا لاج رکھ لی



رعایتی اعلان

مندرجہ ذیل کتب رعائتی قیمت پر حاصل کریں۔ یہ رعایت صرف 31 اکتوبر تک رہے گی۔  
 شرح ذاک بذمہ خریداری ہوگا

| نام کتب                     | صفحہ   | رعائتی | نام کتب                    | اصل قیمت | رعائتی |
|-----------------------------|--------|--------|----------------------------|----------|--------|
| شرید بھاگوت پوران           | 10/8/- | 8/-    | آتشک ناشک سنواد            | 4/-      | 2/-    |
| چیتنہ بھکت مال              | 5/-    | 4/12/- | حب دھن قمر صاحب            | 1/4/-    | 2/-    |
| پرگ دششت پہارسان            | 3/-    | 2/12/- | انہان ادر سائنس            | 1/8/-    | 1/4/-  |
| ردوں کی دنیا                | 3/8/-  | 3/4/-  | ٹیگور ڈرامے                | 2/8/-    | 2/4/-  |
| مزیک ردوں سے دارتا لاپ      | 7/10/- | 7/8/-  | نیدت جی - شرت چندر         | 2/-      | 1/12/- |
| تلسی راماین                 | 10/8/- | 8/-    | برطی دیوی                  | 2/-      | 1/12/- |
| بالیکی راماین               | 10/8/- | 8/8/-  | رام درشن                   | 1/-      | 7/12/- |
| جپ جی دکھنی (خواجه دل محمد) | 9/8/-  | 9/-    | گیتر رتن منظوم             | 1/-      | 2/-    |
| گیتر خراجہ دل محمد          | 2/8/-  | 2/-    | رتن راماین                 | 2/8/-    | 1/4/-  |
| کشمینی صاحب حکیم رمیلدا اس  | 1/-    | 7/4/-  | بھگوت گیتا مد بہائم        | 2/-      | 1/8/-  |
| " " حصہ دوم                 | 4/4/-  | 1/2/-  | ہندو دھرم دورن             | 2/-      | 1/8/-  |
| کلام مضطر رمیلدا اس         | 7/8/-  | 6/-    | رہبر موت                   | 2/8/-    | 1/8/-  |
| اسرت معروف خورد             | 1/12/- | 1/-    | دیدانت چند ادلی (دھوبابا)  | 8/-      | 6/-    |
| شانتی کے گر                 | 7/4/6  | 7/3/6  | " " حصہ دوم                | 8/-      | 6/-    |
| اصلی حتم ہلکی گوردنا تک دیو | 10/-   | 8/-    | شو پران مجلد               | 1/8/-    | -      |
| سالنامہ آدم نارائن امک      | 2/-    | 1/-    | گرڈ پران                   | 2/-      | 1/4/-  |
| " دیدانت امک                | 2/-    | 1/-    | ایکا دشی بہاتم             | -        | 1/-    |
| " شو انک ہندی               | 2/-    | 1/-    | دشی کشن کا بہاتا           | 1/8/-    | 1/-    |
| بہا بھارت حقہ ادل           | 10/8/- | 10/-   | تحفہ دردیش بی بیچوں کا کار | 2/4/-    | 1/12/- |
| ہریچریہ ڈرامہ               | 7/8/-  | 6/-    | سوانح حیات سوامی رام       | 2/-      | 1/4/-  |
|                             |        |        | بھکرتری دیہاک سنگھ         | 1/8/-    | 1/-    |



|          |        | پریم آنند کی پراپتی          |                           | ۱۰     | ۱۲    |
|----------|--------|------------------------------|---------------------------|--------|-------|
|          |        | کتاب منشی سورج نارائن مہر    |                           |        |       |
| 2/12/    | 3/-    | شری کرشن ادران کی تعلیم      | روحانی کہانیاں            | 3/-    | 3/8/- |
| 1/5/-    | 1/8/-  | شیواجی                       | بچار ساگر                 | 1/4/-  | 1/8/- |
| 1/12/-   | 2/-    | بیراگی بیر                   | کلام مہر                  | 1/4    | 1/-   |
| 3/8/-    | 4/-    | نذائب اور انصاف پر دیال      | کتب شرح                   | 1/4/-  | 1/8/- |
| 4/8/-    | 5/-    | نشدی پریم چند                | فلسفہ سنجیدہ              | 1/6    | 7/8/- |
| 5/8/-    | 6/-    | پروردہ مجاز                  | غزلیات مہر                | 1/6    | 1/8   |
| 1/5/-    | 1/8/-  | پروردہ رانی                  | مثنویات مہر               | 1/6    | 1/8   |
| 3/-      | 3/8/-  | خواب و خیال                  | منشی کرت رامائن           | 1/6    | 1/8   |
| 1/12/    | 2/-    | ڈرامہ زخمی پنجاب زیبک        | گلدستہ نظم حقید اول       | 1/6    | 1/8   |
| 1/5/-    | 1/8/-  | شکستہ                        | گلدستہ نظم حقید دوم       | 1/6    | 1/8   |
| 1/8/-    | 1/12/- | لکھنؤ دالہ                   | کتاب لالہ کاننشی رام جادو |        |       |
| 1/8/-    | 1/12/- | کامیابلیٹ                    | انسان                     | 1/4/-  | 1/8/- |
| 1/8/-    | 1/12/- | مری منور                     | لطف زندگی                 | 1/12/- | 2/-   |
| 1/12/-   | 2/-    | دال دیر کرن                  | امرت کنت                  | 1/4/-  | 1/8/- |
| 1/8/-    | 1/12/- | بکیر بھگت                    | گیت چک                    | 1/4    | 1/-   |
| 1/5/-    | 1/8/-  | پرملاد بھگت                  | گیت لک                    | 1/4    | 1/-   |
| 2/4/-    | 2/8/-  | زادہ سنگھ (دشمن)             | گیت بک                    | 1/4    | 1/-   |
| 4/8/-    | 5/-    | سولہ سنگھ                    | گیت بک                    | 1/4    | 1/-   |
| 1/-      | 1/4/-  | سرون کمار                    | گیت بک                    | 1/4    | 1/-   |
| 1/5/-    | 1/8/-  | ستید دان سادتری              | نارادانیاں                | 1/-    | 1/4/- |
| 1/5/-    | 1/8/-  | دھرم ادھرم بدھ               | ذرا سا                    | 1/6    | 1/8   |
| 1/5/-    | 1/8/-  | مگر بھوٹ مزدور               | آدرش گرمست                | 1/4    | 1/-   |
| دیگر کتب |        |                              | چون چتر سوای خزان چندینی  | 1/12/- | 2/-   |
| 1/12     | 1/-    | دیکھ پڑامنی                  | پریت سپہ                  | 1/8    | 1/10  |
| 1/4/-    | 1/8/-  | اچند انک                     | کتاب شوبرت لال ورمن       |        |       |
| 1/6      | 7/8/-  | پرباندا دیک                  | بکیر بھنادی               | 2/-    | 2/4/- |
| 1/6      | 1/8    | انیور بودھ                   | روحانی اشارے              | 1/2/-  | 1/4/- |
| 1/12     | 1/-    | ادھیانم یوگ ہرکس             | طوفان جنگ (رانا پرتاپ)    | 2/3/-  | 2/8/- |
| 1/6      | 1/8    | دیا بانی اور سہجوبانی        | میران بانی                | 1/10   | 1/12  |
| 1/12     | 1/4/-  | انیور پراپتی کا سادھن        | سائینس سو خیال            | 1/5/-  | 1/8/- |
| 1/6      | 1/8    | سام دید کا مہونشد            | کامیابی کی سہجی           | 1/10   | 1/12  |
| 1/6      | 1/8    | اتھروید کانر سنگھ پورب تاپنی |                           |        |       |
| 1/6      | 1/8    | بکیر شند امرت                |                           |        |       |
| 1/6      | 1/8    | میران بانی پریم بانی         |                           |        |       |



# The Central Bank of India Limited

HEAD OFFICE  
Mahatma Gandhi Road,  
Fort, Bombay-1

ESTABLISHED 1911

Deposits accepted for periods  
from 3 days to 5 years at  
attractive rates.

For further details please contact any of  
our offices.

N. K. KARANJIA,

General Manager.

بکٹ  
جو بھوک کو  
بڑھاتے ہیں



بچوں کی پرورش کے لئے بہترین

صحت بخش اور مزیدار

دالمیا بکٹ

پٹیالہ بکٹ مینوفیکچرز پرائیویٹ لمیٹڈ - راجپورہ پنجاب



*Food Value*  
ADDED IN  
**Paljee's**  
**RICH FRUIT  
CAKE**



Paljee's Fruit Bars contain 11 nourishing and delicious fruits and other ingredients rich in Vitamin A 1, B 2, Niacin and Iron. They are an ideal food for you and your family. An Ideal treat in all the seasons.



Air Tight Packing  
Rs. 2.25  
Loose Packing  
Rs. 1.75  
Kishmish Packing  
Rs. 1.50  
Plain Packing  
Rs. 1.25

**PALJEE & CO., NEW DELHI-5**